عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

انبیاء کرام کا تسلسل اور قادیانی اعتراض

جلد: ۴۲ | ۲۷؍ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ تا ۳؍محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲؍جولائی ۲۰۲۳ء | شمارہ: ۲۷

عظمت ماہِ محرّم الحرام

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

بغیر اجازت دوسرے کی طرف سے قربانی

س:......کیا کسی دوسرے کی طرف سے اس کی واجب قربانی کی جاسکتی ہے؟ جبکہ اسے علم بھی نہ ہو؟

ج:......واضح رہے کہ کسی شخص کی طرف سے واجب قربانی کے جائز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی اجازت سے قربانی کی جائے، لہٰذا اگر اپنے والدین یا بہن بھائیوں کی طرف سے قربانی کرنا ہو یا کسی جانور میں حصہ لینا ہو تو ان کو بتادینا ضروری ہے کہ ہم آپ کی قربانی کر رہے ہیں، اس طرح اجازت لینے سے ان کی واجب قربانی ادا ہوجائے گی اور اگر ان کے علم میں لائے بغیر قربانی کی گئی تو یہ ان کی طرف سے نفلی قربانی ہوگی اور واجب قربانی ان کے ذمہ بدستور باقی رہے گی۔

گزشتہ سالوں کی قربانی

س:....اگر کسی کے ذمہ گزشتہ سالوں کی قربانی باقی ہو اور وہ اس سال قربانی کرے تو کیا اس قربانی کے جانور کے حصوں میں گزشتہ سالوں کی قربانی کی نیت کرسکتا ہے؟ کیا اس طرح قربانی صحیح ہوگی؟

ج:....اگر کوئی صاحبِ نصاب ہو تو اس پر ہر سال قربانی واجب ہے اور اگر وہ قربانی نہ کرے تو گناہگار ہوگا۔ اگر قربانی کے ایام گزر جائیں اور صاحبِ نصاب شخص نے قربانی نہ کی ہو تو اب قربانی کی قضا واجب نہیں، البتہ اس صورت میں ایک متوسط بکرا یا بکری یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ الدرالمختار و حاشیہ ابن عابدین میں ہے:

”ولو ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق بها حیة ناذر فاعل تصدق لمعینة ولو فقیراً۔“

قوله: ولو ترکت التضحیة الخ، شروع فی بیان قضاء الأضحیة اذا فاتت عن وقتها فانها مضمونة بالقضاء فی الجملة، کمافی البدائع۔

قوله: ومضت ایامها الخ، قید به لما فی النهایة: اذا وجبت بایجابه صریحا أو بالشراء لها، فان تصدق بعینها فی ایامها فعلیه مثلها مکانها، لان الواجب علیه الاراقة وانما ینتقل الی الصدقة اذا وقع الیأس عن التضحیة بمضی ایامها وان لم یشتر مثلها حتی مضت ایامها تصدق بقیمتهما، لان الاراقة انما عرفت قربة فی زمان مخصوص ولا تجزیه الصدقة الاولیٰ عما یلزمه بعد لانها قبل سبب الوجوب۔

قوله: تصدق بها حیة، لوقوع الیأس عن التقرب بقیمتها أجزأه ایضاً لأن الواجب هنا التصدق بعینها وهذا مثله فیما هو المقصود الخ، ذخیرة۔“ (ردالمحتار، ص:۳۲۰، ج:۶)

واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۲ ۲۷ رذوالحجہ ۱۴۴۴ھ تا ۳ رمحرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ رجولائی ۲۰۲۳ء شمارہ: ۲۷

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

عظمتِ ماہِ محرم الحرام	۵	اداریہ
امیر المومنین سیّدنا عمر فاروقؓ	۸	مفتی محمد صادق حسین قاسمی
یومِ عاشورا کا روزہ	۱۲	محمد صابر حسین ندوی
حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
انبیاء کرام کا تسلسل اور قادیانی اعتراض	۱۸	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
یہ حج و زیارت مبارک ہو تم کو	۲۷	حضرت محمد زکی کیفیؒ

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقامِ اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۴۲، فصل:....۵ھ کے غزوات

غزوۂ دومۃ الجندل : ۱:.....اس سال غزوۂ دومۃ الجندل ہوا، دومۃ الجندل: دالِ مہملہ کے ضمہ کے ساتھ، فتحہ بھی جائز ہے، اور واؤ ساکنہ کے ساتھ، شام کے قریب ایک شہر ہے، مدینہ سے پندرہ سولہ دن کی مسافت پر اور دمشق سے پانچ دن کے فاصلے پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کی معیت میں ۲۵ ربیع الاوّل کو روانہ ہوئے اور سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین بنایا، ان کا ذکر غزوۂ قرقرۃ الکدر کے ذیل میں آچکا ہے، وہیں ان کے نام کا ضبط بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مشرکین، اُونٹ، بکریاں چھوڑ کر بھاگ نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غنیمت بنایا اور اپنے رُفقاء پر تقسیم کردیا، ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ واپسی ہوئی، مقابلے کی نوبت نہیں آئی۔

غزوۂ بنو مصطلق : ۲:.....اسی سال شعبان میں، صحیح قول کے مطابق غزوۂ خندق سے پہلے، غزوۂ بنی المصطلق ہوا، جسے غزوۂ مریسیع بھی کہا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے ۲ شعبان ۵ھ کو سات سو صحابہؓ کی معیت میں روانہ ہوئے، حضرت عائشہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہما بھی ہمراہ تھیں، مدینہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو، اور بقول بعض ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ مشرکوں کو شکست ہوئی، ان کے دس افراد قتل اور سات سو یا اس سے زیادہ قید ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مویشیوں اور بکریوں پر قبضہ کیا، اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا، انہی قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار المصطلقی کی صاحبزادی حضرت جویریہ بھی تھیں، مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ۲۸ دن بعد یکم رمضان کو واپس مدینہ پہنچے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۶ھ میں ہوا، مگر یہ قول ضعیف ہے، اور وہ جو صحیح بخاری میں ہے کہ ۴ھ میں ہوا، یہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے، اسی لئے علماء نے کہا ہے یہ سبقتِ قلم ہے۔

بنو المصطلق : ..... بکسر لام، یہ قبیلۂ خزاعہ کی ایک شاخ تھی، قدید کے قریب، فرع کی ایک جانب مکہ ومدینہ کے درمیان ان کی رہائش تھی، ان کی آبادی اور فرع کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی۔

مریسیع : .....ان کے کنویں کا نام تھا، یہ غزوہ کبھی قبیلے کی طرف اور کبھی ان کے کنویں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، فرع کی تفسیر وضبط ۳ھ کے غزوات کے ذیل میں غزوۃ الفرع کے ضمن میں دیکھئے۔

غزوۂ خندق : ۳:.....اسی سال شوال میں، اور بقول بعض ذی القعدہ میں، غزوۂ خندق ہوا، جسے غزوۂ اَحزاب کہتے ہیں، اور بعض کا قول ہے کہ غزوۂ خندق ۴ھ میں ہوا۔ شامی فرماتے ہیں: ''اس کا ۵ھ میں ہونا ہی زیادہ صحیح اور معتمد ہے، بلکہ یہی قطعی ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۸ شوال یا ذیقعدہ کو خندق کی طرف روانہ ہوئے، اس غزوہ میں مسلمان تین ہزار کی تعداد میں تھے، اور مشرکین دس ہزار یا بارہ ہزار، اور ایک قول کے مطابق پندرہ ہزار تھے، جو قریش، غطفان، قریظہ، نضیر اور دیگر تمام قبائل سے جمع ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین بنایا، اس غزوہ میں مندرجہ ذیل چھ مسلمان شہید ہوئے: ۱:۔سعد بن معاذ الاوسی۔ ۲:۔اوس بن اوس الاوسی۔ ۳:۔عبداللہ بن سہل الاوسی۔ ۴:۔طفیل بن نعمان السلمی۔ ۵:۔ثعلبہ بن عنمہ السلمی۔ ۶:۔کعب بن زید النجاری۔ رضی اللہ عنہم

اور چار مشرک قتل ہوئے: ۱:۔عمرو بن عبدوَدّ۔ ۲:۔اس کا بیٹا حسل بن عمرو۔ ۳:۔نوفل بن عبداللہ المخزومی۔ ۴:۔منبہ بن عثمان بن السباق بن عبدالدار۔

(جاری ہے)

اداریہ

عظمتِ ماہِ محرم الحرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ماہِ محرم الحرام ہجری تقویم کا پہلا مہینا ہے۔ یہ مہینا کئی حوادث وواقعات کو سموئے ہوئے ایک عظیم الشان تاریخ رکھتا ہے۔ اس کی سب سے پہلی اہمیت یہی ہے کہ یہ اسلامی کیلنڈر کی خشتِ اول ہے، جس طرح عیسوی سن کا آغاز جنوری سے ہوتا ہے، اسی طرح قمری سن محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے۔ محرم الحرام کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینوں میں سے قرار دیا ہے، ارشادِ الٰہی ہے: ''مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ'' (التوبہ:۳۶) ''ان میں سے چار مہینے ہیں ادب کے، یعنی حرم واحترام کے۔'' یہی وجہ ہے کہ اس کا نام بھی اس معنی ومفہوم پر دلالت کرتا ہے، دیگر تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور رجب المرجب ہیں۔ ان محترم مہینوں کا ادب واحترام دورِ ابراہیمی سے چلا آرہا تھا اور کفار ومشرکین بھی ان مہینوں میں قتل وغارت گری سے گریز کرتے تھے، وہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ان مہینوں کی گنتی آگے پیچھے کرلیا کرتے تھے، مثلاً اگر جنگ کے دوران ان چار مہینوں میں سے کوئی مہینا شروع ہوجاتا تو وہ کہتے تھے کہ اس سال یہ مہینا چند مہینوں بعد آئے گا۔ اس طرح انہوں نے ادب واحترام کو بھی اپنی مرضی کے تابع کر رکھا تھا۔ اسلام نے ان کی اس من مانی پر روک لگائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

''اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَةٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوۡنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوۡا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُیِّنَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ اَعۡمَالِهِمۡ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ'' (التوبۃ:۳۷)

ترجمہ: ''یہ جو مہینا ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں، گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر، حلال کرلیتے ہیں اس مہینے کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تاکہ پوری کرلیں گنتی ان مہینوں کی جو اللہ تعالیٰ نے ادب کے لئے رکھے ہیں، پھر حلال کرلیتے ہیں جو مہینا کہ اللہ نے حرام کیا، بھلے کردیئے گئے ان کی نظر میں ان کے برے کام اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو۔'' (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

فوائد عثمانی میں لکھا ہے: ''امام مغازی محمد بن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی، قلمس کنانی تھا، پھر اس کی اولاد در اولاد یوں ہی ہوتا چلا آیا، آخر میں اسی کی نسل سے ابوثمامہ جنارہ بن عوف کنانی کا معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں اعلان کیا کرتا کہ امسال محرم اشہر حرم میں داخل رہے گا یا صفر۔ اسی طرح محرم وصفر میں سے ہر مہینا کبھی حلال اور کبھی حرام کیا جاتا تھا اور عام طور پر لوگ اس کو قبول کرلیتے تھے۔ گویا عہد جاہلیت میں کافروں کے کفر وگمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کئے ہوئے مہینے کو بدل ڈالنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسۡتَدَارَ کَهَیۡئَتِهٖ یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ۔'' (متفق علیہ)

ترجمہ:’’بے شک زمانہ گھوم کر اس حالت پر آ گیا ہے جو حالت تھی اس دن جس دن پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو۔‘‘

اس حدیث مبارک کی شرح میں شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

’’یہ اہل جاہلیت نے مہینوں کے سلسلے میں گڑبڑ مچا رکھی تھی، اس لئے پتا نہیں چلتا تھا کہ یہ واقعتاً کون سا مہینا ہے؟ اور اللہ کی شان یہ کہ جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے آخری سال، حج تو ذوالحجہ میں ہوتا ہے، اس سال واقع کے اعتبار سے بھی ذوالحجہ تھا اور جاہلیت کے حساب سے بھی ذوالحجہ تھا۔ اس وقت حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:’’زمانہ گھوم کر وہیں آ گیا ہے، اس کی چولیں ہلادی گئی تھیں، لیکن اب زمانے کی چول اپنی جگہ بیٹھ گئی، اب قیامت تک اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکے گا، چنانچہ جب سے لے کر آج تک دوبارہ تبدیل نہیں کیا جاسکا۔ یہ مطلب ہے اس حدیث کا۔‘‘ (دروس از: مشارق الانوار، ج:۱،ص:۴۰۴)

لہٰذا تب سے آج تک مہینوں کی گنتی درست چلی آ رہی ہے، اسی گنتی کے مطابق اب ہم محرم الحرام ۱۴۴۵ ہجری سے نئے اسلامی سال کی ابتدا کر رہے ہیں۔

محرم الحرام کا پہلا عشرہ کئی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے، دوسرے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ہجری سن تقدیم کے موجد ہیں، اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے واقعہ ہجرت کو بنیاد بنا کر اسلامی کیلنڈر کو منظم و مرتب فرمایا تھا، آپؓ پر ۲۶/ذوالحجہ ۲۳ ہجری کو قاتلانہ حملہ ہوا، تین راتیں زخموں کا علاج ہوتا رہا، ۲۹/ذوالحجہ کو آپؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور یکم محرم ۲۴ ہجری کو روضہ اطہر میں آسودۂ خاک ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج:۷،ص:۱۳۷، ط: دار الفکر بیروت)

اسی مہینے کی دسویں تاریخ کو تاریخِ اسلام کا وہ دلخراش واقعہ پیش آیا تھا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہارؓ پر قیامت صغریٰ قائم ہوئی اور آپ کے محبوب نواسے سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں کربلا کے مقام پر یزید پلید کی فوج سے جہاد کرتے ہوئے ستر سے زائد مجاہدین نے جاں فروشی وقربانی کا ایسا باب قلم بند کیا جس کی روشنی آج تک افق پر پھیلی سرخی کی مانند جہاد و حریت کا سبق پڑھا رہی ہے۔ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی نور اللہ مرقدہ انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلیوں پر کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہوا — گلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر
جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھلے ہوئے — ان کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

یوم عاشورا، جو شہدائے کربلا کی یاد سے دنیا بھر میں منایا جاتا ہے، ان کی تاریخی عظمت اس سے بھی بہت پہلے سے چلی آ رہی ہے، مشہور ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات اس روز ملی تھی، جس کے شکرانے کے طور پر وہ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں قدم رنجہ فرما ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ہم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حق ہے کہ ہم یہ شکرانہ ادا کریں، چنانچہ آپ نے عاشورا کا روزہ فرض قرار دیا، جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو اس کی فرضیت ختم ہوگئی لیکن فضیلت باقی رہی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’عاشورا کے دن کا جو چاہے روزہ رکھے، جو چاہے نہ رکھے۔‘‘ (صحیح مسلم)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے توقع رکھتا ہوں کہ عاشورا کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہود کی مشابہت سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ نو یا گیارہ محرم کا روزہ ملا لیا جائے تو اچھی

بات ہے تاہم اگر صرف عاشوراہی کا روزہ رکھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

ہجرت کے ساتویں سال محرم الحرام کے مہینے میں غزوۂ خیبر ہوا، جس میں مسلمانوں کو یہود پر فتح نصیب ہوئی اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو فاتحِ خیبر کا لقب ملا، آپ کے ہاتھوں خیبر کا سب سے مشکل قلعہ زیر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کا لشکر کا علم بردار ٹھہرایا، اور زبانِ رسالت سے آپ کے لئے ''اللہ اور اس کے رسول کے محبوب'' کا تمغہ عطا ہوا۔ اس کے علاوہ دورِ نبوت کے چند سرایا بھی محرم کے مہینے میں پیش آئے ہیں، جن میں ۳ ہجری میں سریہ ابی سلمہؓ، ۶ ہجری میں سریہ محمد بن مسلمہؓ، ۷ ہجری میں سریہ ابان بن سعید اور ۹ ہجری میں سریہ عیینہ بن حصن الفراریؓ شامل ہیں، ان تمام سرایا میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور اسلام کا پرچم سرزمینِ عرب پر بلند ہوا۔ (بحوالہ عہدِ نبوت کے ماہ وسال)

غرضے کہ محرم الحرام کا مہینا مندرجہ بالا واقعات وحوادثات، اعمال واحکام، اور قربانیوں وشہادتوں کا ایک تاریخی مرقع ہے، جو ہمیں ہمارے شاندار ماضی سے وابستہ رکھتے ہوئے اپنا حال درست کرنے کا موقع دیتا ہے، تاکہ ہم اپنا مستقبل سنوار سکیں۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کے لئے اس نئے اسلامی سال کے پہلے مہینے سے خیر وبرکت اور فتح ونصرت کے دروازے کھول دے اور ہمیں سال گزشتہ کی کوتاہیوں کا محاسبہ کرنے کی توفیق سے نوازے، آمین!

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبی ﷺ کے شاہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راج دلاروں کی بات کر
جن کے لئے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
ان تشنہ کام بادہ گساروں کی بات کر
خلد بریں ہے جن کے تقدس کی سیر گاہ
ان خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر
کلیوں پہ کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہوا
گلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر
جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھلے ہوئے
ان کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر
شمر لعین کا ذکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خداؓ کے مرگ شعاروں کی بات کر

حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی بے مثال حکمرانی اور عظیم شہادت

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

اسلامی تاریخ کے عظیم انسان، عبقری شخصیت، بے مثال حکمراں اور قائد، پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابیؓ، امیرالمؤمنین، خلیفہ ثانی، عدل وانصاف، حق گوئی وبیباکی کے پیکر مجسم حضرت عمر فاروقؓ کی حیات اسلام لانے کے لیے ایک عظیم نعمت رہی اور آپ کے اسلام کے لیے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی، آپ کے قبول اسلام کے ذریعہ کمزور مسلمانوں کو ایک حوصلہ ملا اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بے مثال رفیق و ہمدرد نصیب ہوا، بلاشبہ سیدنا عمر فاروقؓ کی ذاتِ گرامی سے اسلام کو اور مسلمانوں کو بہت کچھ فیض پہنچا، اور آپؓ کی زندگی اسلام لانے کے بعد پوری اسلام کے لیے وقف تھی، آپ نے بہت کچھ اصلاحات دین کے مختلف شعبوں میں فرمائیں، اور ایک ایسا نظام دنیا کے سامنے پیش کیا کہ دنیا والے اس کی نہ صرف داد دینے پر مجبور ہوئے بلکہ آج بھی اس کو اختیار کر کے اپنے اپنے ملکوں اور ریاستوں کے نظام کو درست کیا اور بعض تو یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اگر دنیا کا نظام سنبھالنا ہو تو ابوبکرؓ وعمرؓ کو اپنا آئیڈیل بنایا جائے۔ ورع وتقویٰ، خلوص وللّٰہیت، سادگی و بے نفسی، انکساری اور عاجزی بے شمار خوبیوں سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا، دنیا کے نظام کو چلانے اور انسانوں کی بہتر انداز میں خدمت کرنے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، جن کے ذریعہ اسلام دنیا کے دور دراز علاقوں میں پھیلایا، اور اطراف عالم تک پہنچا، جن کی عظمت اور شوکت کا رعب دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو تھا اور بڑی بڑی سلطنتیں جن کے نام سے تھراتی تھیں، ایسے عظیم انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی خدمت، رعایا کی خبر گیری، مخلوق خدا کے احوال سے واقفیت کا عجیب جذبہ رکھا تھا۔ راتوں کی تنہائیوں میں لوگوں کی ضروریات کو پوری کرنے اور ان کے حال سے آگاہ ہونے کے لیے گشت کرنا، ہر ضرورت مند کے کام آنا اور ان کی خدمت انجام دینے کی کوشش میں لگے رہنا آپ کا امتیاز تھا، آپ کی مبارک زندگی کے اَن گنت پہلو اور گوشے ہیں اور ہر پہلو انسانیت کے لیے سبق اور پیغام لیے ہوئے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رفیق خاص کے بہت سے فضائل بیان کیے اور ان کی عظمتوں کو اجاگر کیا۔ ذیل میں ہم صرف ان کی بے مثال حکمرانی سے متعلق واقعات کو پیش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کی سادگی اور انکساری کے پہلو کو بھی بیان کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی سلطنت کا فرماں روا، اور منصبِ خلافت کا مسند نشیں بنایا تھا، اس نے ان تمام کے باوجود مخلوقِ خدا کی خدمت میں کس طرح اپنے آپ کو مٹادیا تھا اور لوگوں کی بھلائی اور فائدہ کے لیے کن کن چیزوں کو بروئے کار لایا تھا، بقول مولانا شاہ معین الدین ندویؒ کہ: فاروق اعظمؓ کی زندگی کا حقیقی نصب العین رفاہ عام اور بہبودی بنی نوع انسان تھا۔

عادل حکمران:

سیدنا عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں عدل و انصاف کی بہترین مثال قائم فرمائی، اور عادل حکمران بن کر تعلیماتِ عدل کو دنیا میں پھیلا دیا، مساوات وبرابری، اور حقوق کی ادائیگی کا حد درجہ اہتمام فرمایا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: تم عمرؓ کا ذکر کیا کرو، کیوں کہ جب تم عمر کو یاد کروگے تو عدل وانصاف یاد آئے گا اور عدل وانصاف کی وجہ سے تم اللہ کو یاد کروگے۔ (اسد الغابہ: ۴/ ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت) ایک مرتبہ قیصر بادشاہِ روم نے اپنا ایک قاصد حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تاکہ احوال کا جائزہ لے اور نظام و انتظام کا مشاہدہ کرے، جب وہ مدینہ منورہ آیا تو اس کو کوئی شاہی محل نظر نہیں آیا، اس نے لوگوں سے معلوم کیا کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ صحابہ نے کہا کہ ہمارا کوئی بادشاہ نہیں ہے، البتہ ہمارے امیر ہیں جو اس وقت مدینہ سے باہر گئے ہوئے ہیں، قاصد تلاش کرتے ہوئے اس مقام پر آگیا جہاں امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ دھوپ کی گرمی میں سخت ریت پر اپنے درہ کو تکیہ بنائے آرام فرمارہے تھے، پسینہ

آپ کی پیشانی سے ٹپک رہا تھا، جب اس نے دیکھا تو سیدنا عمرؓ کے جاہ وجلال اور رعب سے وہ گھبرا گیا اس نے کہا کہ: اے عمر! واقعی تو عادل حکمران ہے، اسی لیے تو آرام سے بغیر کسی پہرہ اور حفاظتی انتظامات کے تنہا خوف اور ڈر کے بغیر آرام کر رہا ہے اور ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں، اس لیے خوف وہراس ان پر چھایا رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا دین حق ہے، میں اگر قاصد بن کر نہیں آتا تو مسلمان ہو جاتا، لیکن میں جا کر اسلام قبول کروں گا۔

(اخبار عمرؓ لعلی الطنطاوی: ۳۲۷)

زہد وسادگی:

اللہ تعالی نے آپ کو بلند مقام ومرتبہ عطا فرمایا تھا اور آپ کی حکمرانی کے چرچے طول وعرض میں پھیل چکے تھے لیکن اس کے باوجود بھی تواضع وسادگی اور زہد وتقویٰ میں غیر معمولی اضافہ ہی ہوتا گیا، آپ ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ نبی کریم ﷺ نے جس حال میں چھوڑا اسی پر پوری زندگی گزر جائے، عمدہ کھانوں، بہترین غذاؤں اور اسبابِ تنعم سے ہمیشہ گریز ہی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اہل بصرہ کا ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس آیا، ان لوگوں کے لیے روزانہ تین روٹیوں کا انتظام ہوتا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی بطور سالن کے روغن زیتون پایا، کبھی گھی، کبھی دودھ،، کبھی خشک کیا ہوا گوشت جو باریک کر کے ابال لیا جاتا تھا، کبھی تازہ گوشت اور یہ کم ہوتا تھا۔ انہوں نے ایک روز ہم سے کہا کہ اے قوم! میں اپنے کھانے کے متعلق تم لوگوں کی ناگواری وناپسندیدگی محسوس کرتا ہوں، اگر میں چاہوں تو تم سب سے اچھا کھانے والا، تم سب سے اچھی زندگی بسر کرنے والا ہو جاؤں میں بھی اونٹ کے سینے اور کوہان کے سالن اور باریک روٹیوں کے مزے سے ناواقف نہیں ہوں؛ لیکن میں نے اللہ تعالی کا یہ فرمان سن رکھا ہے کہ: ''اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعم بھا۔'' (طبقات ابن سعد: ۲/ ۵۸)

لباس و پوشاک میں بھی اسی طرح کی سادگی آپ نے اختیار کی جو ہر ایک کے لیے نہایت حیرت انگیز اور ایمان افروز ہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور آپ کے جسم پر جو لباس تھا اس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ (مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب لابن الجوزی: ۱۳۱) اس طرح بے شمار واقعات آپ کی سیرت میں موجود ہیں۔

راتوں کو گشت:

حضرت عمرؓ نے حکمرانی کرنے اور نظام سلطنت کو چلانے کا بے مثال انداز دیا ہے، ایک حاکم کی کیا فکریں ہونی چاہیے اور رعایا کی خبر گیری کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے اس کو بہتر طور پر آپ نے پیش کیا اور بتایا کہ جس کے دل میں خوفِ خدا، اور آخرت کا احساس ہوتا ہے تو پھر وہ تخت اور حکومت کے ملنے کے بعد اپنی عوام کی فکروں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ چناں چہ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ آپ راتوں کو گلیوں میں گشت کرتے، جب لوگ آرام و راحت کے لیے گھروں میں چلے جاتے آپ حالات سے آگہی حاصل کرنے اور پریشان حالوں کی پریشانیوں سے واقف ہونے کے لیے باضابطہ چکر لگاتے، اور جو کوئی مصیبت زدہ ملتا، پریشان حال نظر آتا، مسافر یا اجنبی غم کا شکار دکھائی دیتا تو خلیفہ وقت خاموشی سے کام انجام دے جاتے اور احساس تک ہونے نہیں دیتے کہ یہ وہی عمرؓ ہیں جس کی عظمت کے ڈنکے عالم میں بج رہے ہیں۔

ایک رات آپ گشت کر رہے تھے کہ مدینہ کے تین میل کے فاصلہ پر مقام حراء پہنچے، دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی، اس نے کہا: بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں ان کو بہلانے کو خالی ہانڈی چڑھا دی ہے، حضرت عمر اسی وقت مدینہ آئے، آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے کر نکلے، ساتھ آپ کا غلام اسلم بھی تھا، اس نے کہا کہ میں لیے چلتا ہوں، مجھے دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرا بوجھ تم نہیں اٹھاؤ گے۔ پھر آپ خود ہی سامان لے کر اس عورت کے پاس آئے، اس نے کھانا پکانے کا انتظام کیا، حضرت عمر خود چولہا پھونکتے تھے، کھانا تیار ہوا تو بچے خوشی خوشی اچھلنے لگے، حضرت عمر دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ (خلفائے راشدین: ۱۲۷)

ضرورت مندوں کی خدمت:

حضرت عمرؓ کے خدمت خلق کا انداز بھی بڑا نرالا تھا، گلیوں میں گشت لگاتے ہی تھے، نظام خلافت ایسا بنایا تھا کہ کوئی ضرورت مند محروم نہ رہنے پائے، حکام اور عمال بھی ایسے متعین فرمائے تھے جو ہر وقت راحت رسانی کی فکر میں کوشاں رہتے، ساتھ میں خود امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ بھی ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنے میں لگے رہتے۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ایک تاریک رات میں میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ ایک گھر میں داخل ہو گئے، اس کے بعد دوسرے گھر میں داخل ہوئے، صبح میں نے اس

مکان میں داخل ہو کر دیکھا کہ ایک نابینا بوڑھی بیٹھی ہے، میں نے اس بوڑھی سے پوچھا کہ وہ کون تھے تجھے معلوم ہے؟ اس نے کہا کہ وہ اسی طرح میرے پاس آکر میری ضروریات کو پوری کر کے چلے جاتے ہیں اور صفائی ستھرائی کر کے واپس ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو عمرؓ ہیں۔(مناقب عمر بن الخطاب:۶۸)

ایک رات آپ مدینہ کے ایک راستے سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک خیمہ لگا ہوا نظر آیا جو کل نہیں تھا، اس کے باہر ایک بدوی بیٹھا ہوا ہے اور اندر سے رونے کی آواز آرہی ہے۔ حضرت عمرؓ فوری اس کے قریب گئے، حال دریافت کیا، رونے کا سبب معلوم کیا، اس نے کہا کہ میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے اور کوئی خاتون نہیں جو اس مشکل وقت میں میری مدد کر سکے۔ حضرت عمرؓ گھر تشریف لائے اہلیہ محترمہ حضرت ام کلثومؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج تمہیں نیکی کمانے کا ایک موقع دیا ہے، کیا تم اس سے فائدہ اٹھاؤ گی؟ بیوی نے کہا کہ ضرور آپ بتلایئے! کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک اجنبی عورت دردزہ میں مبتلا ہے اس کے پاس کوئی عورت نہیں لہٰذا تم جلدی سے ضرورت کا سامان لے کر میرے ساتھ چلو، حضرت ام کلثوم آپ کے ساتھ ہولیں، حضرت عمرؓ نے ہانڈی خود اٹھالی، خیمہ میں وہ اندر چلی گئیں، باہر آپ نے آگ جلا کر ہانڈی چڑھا دی، کچھ دیر بعد اندر سے آواز آئی کہ امیر المؤمنین! اپنے دوست کو بیٹے کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جیسے اس دیہاتی نے امیر المؤمنین کا لفظ سنا تو گھبرا گیا، آپؓ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، اطمینان رکھو، پھر جو کھانا تیار ہوا تھا اندر دے دیا کہ اس خاتون کو کھلایا جائے، اس کے بعد آپ نے اس بدوی سے کہا کہ تم بھی کھالو بہت دیر سے بھوکے ہو اور یہ کہہ کر رخصت ہو گئے کہ صبح آجاؤ، بچے کا روزینہ مقرر ہو جائے گا۔

(اخبار عمرؓ:۳۴۶ بیروت)

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک:

سیدنا عمرؓ جس طرح اپنی رعایا اور دوسرے افراد کی راحت رسانی کی فکر میں رہتے اور ان کی خدمت کرنے میں پیش پیش رہتے اسی طرح آپ خادموں اور غلاموں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے کہ غلام و آقا، مالک و مملوک کا فرق نہیں ہوتا تھا اور ان کو آرام پہنچانے میں آگے رہتے، حضرت عمرؓ اتنے رحم دل اور خیر خواہ تھے کہ ان کی رحم دلی اور خیر خواہی سے غلام بھی سکون و اطمینان محسوس کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ جب حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو صفوان بن امیہؓ نے دعوت دی، اور کھانا ایسے بڑے برتن میں لایا گیا جس کو چار آدمی اٹھا سکتے تھے، خادموں نے کھانا لاکر رکھ دیا اور واپس ہونے لگے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں کھاؤ گے تو ان خادموں نے کہا کہ نہیں ہم بعد میں کھالیں گے۔ یہ بات سن آپ سخت ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ لوگوں پر رحم کرے یہ ابھی تک طبقات میں بٹے ہوئے ہیں؟ پھر خدام کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ، چناں چہ سب نے کھانا کھایا۔ (سیدنا عمر فاروق کی زندگی کے سنہرے واقعات:۸۷) آپ نے عیسائی اور غیر مسلم خادموں اور غلاموں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور خیر خواہی کا معاملہ فرمایا اور ان کی راحت کا پورا اہتمام فرمایا۔

جانوروں پر رحم:

حضرت عمر فاروقؓ دین کے معاملہ میں جتنے سخت اور مضبوط تھے، رہن سہن کے لحاظ اور حقوق کی ادائیگی کے اعتبار سے اتنے ہی نرم اور رحم دل تھے، ذمہ داری کو پورا کرنے اور انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لیے تڑپنے والے تھے، آپ کی رحم دلی اور خیر خواہی انسانوں کے علاوہ جانوروں پر بھی تھی، جانوروں پر زیادہ بوجھ ڈالنا، ان کو غیر ضروری استعمال کرنا، ان کے چارہ کا صحیح انتظام نہ کرنا آپ کو بہت ہی ناگوار گزرتا، خوف و خشیت اور احساس ذمہ داری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''اگر بکری کا کوئی بچہ فرات کے کنارے پیاسا مر گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عمر سے سوال کرے گا۔'' (مناقب عمرؓ:۱۵۳)

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم عمرؓ کو ایک بڑی فتح کی خوش خبری دینے حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا کہ تمہارا قیام کہاں ہے؟ ہم نے جگہ بتائی آپ ہمارے ساتھ اس مقام پر آئے اور ہماری سواریوں کے قریب آکر ان کو دیکھنے لگے، پھر فرمایا کہ کیا تم اپنی سواریوں کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟ تم جانتے ہو کہ ان کا بھی تمہارے اوپر حق ہے؟ ان کو کھلا کیوں نہیں چھوڑ دیا تاکہ یہ زمین پر چل پھر سکیں۔ (سیدنا عمر کی زندگی کے سنہرے واقعات:۲۱۷)

ایک مرتبہ آپ نے مچھلی کھانے کی خواہش ظاہر فرمائی، آپ کے غلام نے لمبا سفر کر کے مچھلی حاضر کی اور آکر اپنی سواری کا پسینہ پوچھنے لگا، حضرت عمرؓ نے دیکھ کر فرمایا کہ عمر کی خواہش پوری کرنے میں ایک جانور کو اس قدر تکلیف اٹھانی پڑے۔ اللہ کی قسم! عمر اسے نہیں چکھے گا۔ (حوالہ سابق:۲۱۱)

بیت المال کا استحکام:

آپ نے خدمت خلق کے میدان میں جو اہم کام انجام دیئے اس میں نظام بیت المال کا استحکام بھی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں جو بیت المال قائم فرمایا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کے نظام کو مضبوط و مستحکم فرمایا اور اصول وضابطوں کے ساتھ اس کو جاری کیا، اپنی اولاد کے مال و دولت کو اس میں لگا دیا اور خود سادگی کی زندگی گزار دی۔ مولانا شاہ معین الدین ندویؒ رقم طراز ہیں کہ: ابن سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک مکان بیت المال کے لیے خاص کر لیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا اور اس میں کچھ داخل کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی، چناں چہ وفات کے وقت بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو صرف ایک درہم نکلا۔ حضرت عمرؓ نے تقریباً ۱۵ھ میں ایک مستقل خزانہ کی ضرورت محسوس کی اور مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد مدینہ منورہ میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا، دارالخلافہ کے علاوہ تمام اضلاع اور صوبہ جات میں بھی اس کی شاخیں قائم کی گئیں اور ہر جگہ اس محکمہ کے افسر جداگانہ مقرر ہوئے۔ صوبہ جات اور اضلاع کے بیت المال میں جس قدر رقم جمع ہو جاتی تھی، وہ وہاں کے سالانہ مصارف کے بعد اختتام سال صدر خزانہ یعنی مدینہ منورہ کے بیت المال میں منتقل کر دی جاتی تھی، صدر بیت المال کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دارالخلافہ کے باشندوں کی جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے صرف اس کی تعداد سالانہ تین کروڑ درہم تھی۔ (خلفائے راشدین:۹۰)

سانحۂ شہادت:

حضرت عمر فاروقؓ نے دعا مانگی تھی کہ ''اے اللہ! مجھے تیرے راستے میں موت آئے اور تیرے نبی ﷺ کا شہر نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کا عجیب انتظام فرما۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا ایک مجوسی غلام فیروز نامی تھا، اس نے ایک مرتبہ اپنے مالک حضرت مغیرہ کی شکایت کی کہ وہ مجھ سے زیادہ محصول طلب کرتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس بے جا شکایت پر کوئی توجہ نہیں دی، اس نے غیض وغضب میں ایک تیز خنجر تیار کیا اور نماز فجر میں چھپ کر مسجد میں آ کر بیٹھ گیا، جب حضرت عمرؓ نے تکبیر کہی، اس نے اس زور سے تین وار کیے جس سے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ گر پڑے، موت و حیات کی اس کشمکش میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھایا، نماز مکمل ہوئی تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو کہا کہ قاتل کا پتہ لگاؤ کہ کس نے مارا، ابولؤلؤ نے تقریباً تیرہ صحابہ کرامؓ کو زخمی کر دیا اور جب وہ بالکل گرفت میں آ چکا تو اپنے آپ کو خنجر مار کر ہلاک ہو گیا، حضرت عمرؓ کو ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو خنجر مارا گیا اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو شہادتِ عظمیٰ کا سانحہ پیش آیا اور تدفین عمل میں آئی، آپ کی خلافت دس سال پانچ مہینے اکیس دن رہی۔ (طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۲۳) آپ کی خواہش تھی کہ آپ کو اپنے دو رفیقوں کے پہلو میں جگہ ملے، حضرت عائشہؓ نے امیر المؤمنین کی اس تمنا کو پورا کیا اور حجرہ میں تدفین کی اجازت دی۔ ☆☆

علماء کنونشن مسجد اسلم خان بریکوٹ

22/ جون 2023ء بروز جمعرات بعد نماز عصر مسجد اسلم خان بریکوٹ بازار سوات میں تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن حضرت مولانا خلیفۃ اللہ الحسنی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع سوات کی نگرانی میں منعقد ہوا، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا حبیب شلمانی نے سرانجام دیئے، پروگرام نماز عصر کے فوراً بعد تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا، جس کی سعادت دارالعلوم تعلیم الاسلام کے طالب علم قاری جواد نے حاصل کی، تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا صادق امین صاحب نے نعتیہ کلام پیش کیا، اِس دوران مہمان خصوصی مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضرت مولانا محمد راشد مدنی تشریف لے آئے، جن کا بھرپور استقبال کیا گیا، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع سوات مولانا خلیفۃ اللہ صاحب نے مہمان خصوصی اور اُن کے ساتھ تمام مہمانوں اور دیگر شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور مہمان خصوصی کو دعوت خطاب دی، حضرت مولانا محمد راشد مدنی صاحب نے تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر ایک گھنٹا مفصل بیان کیا اور علماء کرام کو اُن کی ذمہ داریوں کی نشاندہی کروائی، انہوں نے علمائے کرام سے فرمایا کہ دیگر ذمہ داریوں کی طرح آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع کریں اور لوگوں میں اِس عقیدہ کے حوالے سے آگاہی مہم چلائیں، انہوں نے مزید فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے سب سے پہلی ترجیح تحفظ ختم نبوت کو دی تھی کیوں کہ یہ نسبت تمام نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کنونشن میں صوبائی مبلغ مولانا عابد کمال، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل بریکوٹ مولانا شاہد صاحب اور تمام اراکین عاملہ، علمی شخصیات، علاقے کے عمائدین، علماء کرام، قراء عظام، ائمہ مساجد، مہتممین مدارس، اسکولوں کالجوں کے اساتذہ کرام، پروفیسروں، ڈاکٹروں، وکیلوں، صحافیوں اور تاجروں نے بھرپور شرکت کی اور اِس کنونشن کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

یومِ عاشورا کا روزہ!

محمد صابر حسین ندوی

محرم الحرام کوئی عام مہینہ نہیں؛ بلکہ اسے ’’شہر اللہ‘‘ کا تمغہ حاصل ہے، یہ ان ’’اشہر حرم‘‘ میں سے ہے جن میں جنگ حرام ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، اکثر و بیشتر یوم عاشورا کی اہمیت پر باتیں ہوتی ہیں، بلاشبہ یہ اس کا حق بھی ہے، عبادت و روحانیت کا سبب بھی ہے، قدیم زمانے سے اس دن روزہ کا اہتمام ہوتا آیا ہے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے فرمایا: ’’مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا، اور مجھے اللہ تعالی سے امید ہے کہ یومِ عاشورا کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔‘‘ (مسلم:۱۱۶۲)

ایک دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: ’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنوں میں سے عاشورا اور مہینوں میں سے ماہِ رمضان کے روزوں سے زیادہ کسی دن یا مہینے کے روزے رکھنے کا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔‘‘ (بخاری:۱۸۶۷)

اس سلسلے میں استاذ گرامی فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: ’’مسنون روزہ یوم عاشورا (دس محرم) اور اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ ہے، حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی ذات سے امید ہے کہ اس دن کا روزہ گزرے ہوئے سال کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوجائے گا۔ چونکہ یہودی بھی اس دن روزہ رکھا کرتے تھے اس لئے آپؐ نے امتیاز کے طور پر دس کے ساتھ نو محرم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے: بلکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خود آپ کا بھی یہی معمول نقل کیا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا یہی روزہ فرض تھا اور ماقبل اسلام ہی سے قریش یہ روزہ رکھا کرتے تھے، بعد کو جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس روزہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تنہا دس تاریخ کو روزہ رکھنا مکروہ ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے یہاں مکروہ نہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ چوں کہ فی زمانہ یہودیوں کے یہاں قمری کیلنڈر مروج ہے اور نہ اس دن روزہ رکھنے کا اہتمام ہے، اس لئے نو تاریخ کو روزہ رکھنے کی اصل علت یعنی یہود سے تشبہ اور مماثلت موجود نہیں، لہٰذا تنہا دس محرم کو روزہ رکھنا بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

(قاموس الفقہ: جلد ۴ لفظ صوم)

حقیقت یہ ہے کہ یوم عاشورا حق و باطل کی پہچان، دنیا و آخرت اور عداوت و محبت میں موٹی لکیر ہے، جب جب عاشورا کی بات ہوگی، حق کا علم یاد آئے گا، فرد واحد (امام حسین رضی اللہ عنہ) کا وقت کے ظالم اور شیطان کے سامنے ڈٹ جانے اور اسلام کا پیغام، نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کی تابندگی اور تازگی کے لئے جان کھپا دینے اور اس راہ میں بلا کسی خوف و تردد کے آتش نمرود میں کود جانے کی داستانیں گردش کریں گی اور انسان ہمت و طاقت کا ایک مظہر بن کر ابھرے گا؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ پورا مہینہ ہی قابل احترام ہے، یوم عاشورا کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ میں محرم کے پورے ہی مہینے کو خصوصی عظمت حاصل ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ماہ رمضان المبارک کے بعد کون سے مہینہ کے میں روزے رکھوں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کہ یہی سوال ایک دفعہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا تھا اور میں آپ کے پاس بیٹھا تھا، تو آپ نے جواب دیا تھا کہ:

’’اِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّهٗ شَهْرُ اللّٰهِ فِيْهِ يَوْمٌ تَابَ اللّٰهُ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ وَيَتُوْبُ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ آخَرِيْنَ‘‘ (ترمذی ۱/۱۵۷)

یعنی ماہ رمضان کے بعد اگر تم کو روزہ رکھنا ہے تو ماہِ محرم میں رکھو؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ (کی

خاص رحمت) کا مہینہ ہے، اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور آئندہ بھی ایک قوم کی توبہ اس دن قبول فرمائے گا۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ صِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمِ۔'' (ترمذی ۱/۱۵۷) اس کا مطلب یہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزہ ماہ محرم الحرام کا ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُوْنَ يَوْمًا۔'' (الترغیب والترہیب ۲/۱۱۴) یعنی جو شخص محرم کے ایک دن میں روزہ رکھے اور اس کو ہر دن کے روزہ کے بدلہ تیس دن روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

☆☆ .... ☆☆

تبصرۂ کتب

نام کتاب : امام اعظم ابوحنیفہؒ.... شہیدِ اہلِ بیتؓ۔

مؤلف: مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری۔ صفحات: ۱۷۶۔ طباعت: سوم، زیر اہتمام: سید زید الحسینی۔ ملنے کا پتا: مکتبہ سید نفیس الحسینی لاہور، خانقاہ سید احمد شہیدؒ، سگیاں پل، الجنت روڈ، اور نفیس منزل، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو اعتدال پر مبنی قرار دیا ہے اور امت مسلمہ کو ''امت وسط'' فرما کر اعتدال کا علمبردار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ روز اول سے آج تک علمائے امت افراط وتفریط کی انتہاؤں سے امت کو بچا کر اعتدال کی پگڈنڈی پر امت کی سیادت و قیادت فرماتے رہے ہیں، ان علمائے امت کے سرخیل امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں، جنہوں نے ایک جانب قرآن وسنت سے مسائل اخذ کرنے کے لئے علمِ فقہ کی بنیاد ڈالی تو دوسری طرف جہاد اسلامی وحریت وآزادی کا پرچم بھی سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ اس پاداش میں آپؒ کو اپنے وقت کے جابر حکمرانوں کے ہاتھوں ظلم وستم کی چکی میں پسنا پڑا اور بالآخر سنت یوسفی ادا کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرماگئے۔ آپؒ کے سوانح اور فضائل ومناقب پر بھی بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی موضوع پر ایک اچھوتی کاوش ہے جو آپؒ کی زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کرتی ہے جب آپ علمِ جہاد کے علمبردار تھے۔ آپؒ کی زندگی میں ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کے دو مواقع پیش آئے، ایک اس وقت جب ہشام بن عبدالملک اموی کے خلاف حضرت امام زید بن علی زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم نے خروج کیا، اور دوسرا اس وقت جب ابوجعفر منصور عباسی کے سامنے حضرت امام ذوالنفس الزکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم حسنی رضی اللہ عنہم نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ان دونوں مواقع پر ائمہ سادات کے ساتھ مالی تعاون بھی کیا اور اپنے حلقہ درس میں ان کے حق پر ہونے کی گواہی بھی دی، جب اس بات کی خبر عباسی بادشاہ ابوجعفر منصور کو ہوئی تو اس نے آپؒ کو اپنا موافق بنانے کے لئے عہدہ قضا کی پیشکش کی، لیکن آپؒ نے انکار فرمادیا، جس پر طیش میں آکر اس نے آپؒ کو زندان میں ڈلوادیا اور وہیں آپؒ کو زہر دے کر شہید کرادیا۔ حضرت امام اعظمؒ کے اس عمل کی وجہ سے آپ کو ''شہید اہل بیتؓ'' کہا گیا ہے کہ آپ نے ائمہ اہل بیت اطہارؓ کی محبت و نصرت میں جاں، جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

زیر تبصرہ کتاب میں آپؒ کی زندگی کے اس پہلو پر امہات الکتب و بنیادی آخذ کے حوالہ جات کی روشنی میں مفصل کلام کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں حضرات اہل بیت اطہارؓ کے فضائل ومناقب اور صحابہ کرامؓ و اہل بیتؓ کے درمیان مثالی تعلقات پر ضروری مواد شامل ہے، اس کے بعد امام اعظمؒ کی ولادت سے شہادت تک وہ تمام ضروری مواد اکٹھا کردیا گیا ہے، جو آپؒ کو بلاشبہ ''شہید اہل بیت'' کا مصداق ٹھہراتا ہے۔ یہ کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ، خانقاہ رائے پور کے گل سرسبد سید السادات حضرت اقدس مولانا سید نفیس الحسینی شاہ نوراللہ مرقدہ کی فکر کا نتیجہ ہے، جب کہ اس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ ہفتم شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ اور ماہنامہ بینات کے مدیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کی تائید ان کی تقریظات کی صورت میں ثبت ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اس کاوش پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اطہارؓ و اصحاب کرامؓ کی محبت والفت میں موت نصیب فرمائے، آمین!

(مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، کراچی)

"صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَة"

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہئے جو وفات پا چکے ہیں، اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنہ میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے، وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی۔ وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لئے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔" (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)

مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

زید بن عمرو بن نفیل لوگوں کے ہجوم سے دور کھڑے ہو کر قریش کو دیکھ رہے تھے جو ایک تہوار کے موقع پر جشن منانے اور مذہبی رسوم ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے، انہوں نے مردوں کو دیکھا جو بیش قیمت ریشمی عمامے اپنے سروں پر باندھے، قیمتی یمنی چادروں میں لپٹے بڑے فخر وغرور کے ساتھ اتراتے پھر رہے تھے۔ ان کی نظریں ان عورتوں اور بچوں پر پڑیں جو زرق برق لباس زیب تن کئے اور نادر قسم کے زیورات سے آراستہ میلے کی رونق میں اضافہ کر رہے تھے۔ ان کی نگاہیں ان جانوروں کی طرف بھی گئیں جنہیں مکے کے خوشحال لوگ قسم قسم کی زینتوں سے آراستہ کر کے بتوں کے سامنے ذبح کرنے کے لئے کھینچے لئے جا رہے تھے۔ وہ خانہ کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور قریش کو مخاطب کرتے ہوئے بولے:

"قریش کے لوگو! بکری کو اللہ نے پیدا کیا، اسی نے آسمان سے پانی برسایا، جس کو پی کر وہ سیراب ہوئی۔ اسی نے زمین سے گھاس اگائی، جس کو کھا کر وہ آسودہ ہوئی اور تم ہو کہ اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے کھینچے لئے جا رہے ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم بڑے نادان اور جاہل لوگ ہو۔"

یہ سن کر ان کے چچا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے والد خطاب غصے میں بھرے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور انہیں تھپڑ مارتے ہوئے بولے:

"تیرا ناس ہو، تیری یہ بکواس ہم مسلسل سنتے اور اسے برداشت کرتے چلے آرہے ہیں، مگر اب ہمارے صبر وضبط کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔"

اور انہوں نے اپنے قبیلے کے اوباشوں اور لچوں، لفنگوں کو ان کے خلاف ابھار دیا، جو ان کے پیچھے پڑ گئے اور ان کو اتنا ستایا کہ انہیں مجبوراً مکہ چھوڑ کر کوہِ حرا کی طرف نکل جانا پڑا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ صرف کبھی کبھی وہ بھی چھپ کر مکے میں داخل ہو پاتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ قریش کی لاعلمی میں ورقہ ابن نوفل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن حارث اور محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب سے جا ملے۔ ان کی اس مجلس میں وہ گمراہی زیر بحث تھی جس میں قریش کے لوگ سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے تھے۔ آخر زید نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"خدا کی قسم! تم لوگوں کو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہاری قوم کے لوگ ہدایت پر نہیں ہیں۔ انہوں نے دین ابراہیمی کو فراموش کر دیا اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اگر نجات چاہتے ہو تو اپنے لئے کوئی دین تلاش کرو اور اسی کے مطابق زندگی گزارو۔"

چنانچہ ان میں سے چاروں مرد، حنیفیت (دین ابراہیمی) کی تلاش میں یہودی اور نصرانی عالموں اور دیگر مذاہب کے اصحاب علم کے پاس پہنچے۔ ان میں سے ورقہ ابن نوفل نے تو نصرانیت اختیار کر لی، لیکن عبداللہ بن جحش اور عثمان بن حارث کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے۔ رہے زید بن عمرو

ابن نفیل تو ان کی تلاش حق کی ان سرگرمیوں کی روداد انہیں کی زبانی سنیئے، وہ کہتے ہیں:

’’میں نے یہودیت اور نصرانیت پر غور کیا مگر مجھے ان دونوں مذاہب میں ایسی کوئی چیز نہیں ملی جس سے مجھے ان کے دین حق ہونے پر اطمینان حاصل ہوتا، چنانچہ میں نے ان دونوں سے صرف نظر کرلیا اور دین ابراہیمی کی تلاش میں مختلف علاقوں کی خاک چھانتا پھرا۔اسی سلسلے میں جب میں شام پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ فلاں راہب کے پاس کتاب اللہ کا علم ہے۔میں اس کے پاس پہنچا اور اپنے مقصد سے اس کو باخبر کیا، میری باتیں سن کر اس نے کہا:

’’مکی بھائی! میرا خیال ہے کہ تم دین ابراہیمی کی تلاش میں ہو۔‘‘

’’ہاں!‘‘ میں نے کہا: ’’مجھے اسی کی جستجو ہے۔‘‘

تب اس نے مجھ کو بتایا کہ: ’’تم وہ دین ڈھونڈ رہے ہو جس کا آج کہیں وجود نہیں ہے۔تم اپنے شہر واپس جاؤ اللہ تعالیٰ عنقریب وہاں سے ایک شخص کو منصب رسالت پر مامور کرنے والا ہے، جو دین ابراہیم کی تجدید کرے گا۔اگر تم اس کو پا جانا تو اسے لازم پکڑ لینا۔‘‘

زید نبیٔ موعود کی طلب میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے وہاں سے مکہ کی طرف واپس لوٹے۔ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا۔لیکن زید آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکے کیونکہ دوران سفر بدوؤں کی ایک ٹولی نے حملہ کرکے مکہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کو قتل کر ڈالا اور ان کی تشنہ کام آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے سیراب نہ ہوسکیں۔جس وقت وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے، انہوں نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا:

’’اللّٰھم ان حرمتنی من ھذا الخیر
فلا تحرمہ ابنی سعیداً۔‘‘

ترجمہ: ’’خدایا! اگرچہ تو نے مجھے اس خیر سے محروم کردیا ہے، مگر میرے بیٹے سعید کو اس سے محروم نہ کرنا۔‘‘

اور اللہ تعالیٰ کی مشیت نے زید کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز دیا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو زید کے بیٹے سعید ان لوگوں میں تھے جو سب سے پہلے اللہ پر ایمان لائے اور جنہوں نے اس کے نبی کی تصدیق کی اور اس میں کسی حیرت و استعجاب کی بات اس لئے نہیں ہے کہ ان کی نشوونما ایک ایسے گھر میں ہوئی تھی جو ان گمراہیوں سے سخت متنفر تھا جس میں قریش کے لوگ مبتلا تھے اور ان کی پرورش ایک ایسے باپ کی آغوش تربیت میں ہوئی تھی جو زندگی بھر حق کی تلاش میں سرگرداں رہا اور اسے موت آئی تو اس حال میں کہ وہ حق کو پالینے کی آرزو دل میں لئے تیزی سے اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے بلکہ ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ، حضرت عمر کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا بھی دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئیں۔اس قریشی نوجوان نے اپنے قوم کے ہاتھوں اپنے دین کی آزمائش کی راہ میں ایسی ایسی زہرہ گداز اور صبر آزما اذیتوں کا سامنا کیا جن کا وہ اپنے مقام بلند کی وجہ سے مستحق تھا۔لیکن قریش اس کو دین اسلام سے پھیر لینے میں کامیاب نہ ہوسکے۔بلکہ اس کے برعکس وہ اور اس کی بیوی دونوں مل کر ایک نہایت وزنی اور کفر کی نہایت اہم شخصیت کو اسلام کی طرف کھینچ لینے میں کامیاب ہوگئے۔یعنی وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا سبب بنے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، اس وقت ان کی عمر بیس سال سے متجاوز نہ تھی۔اس کے بعد انہوں نے اپنی پوری جوانی اور اس کی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں خدمت اسلام کی راہ میں کھپا دیں۔وہ بدر کے سوا تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔غزوۂ بدر کی عدم شرکت بھی ان کی کسی غفلت یا بے اعتنائی کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک دوسری اہم ذمہ داری ان کے سپرد کی تھی۔

انہوں نے کسریٰ، شاہِ ایران کو تخت وتاج سے محروم کرنے اور قیصر، شہنشاہ روم کو اس کے ملک سے بے دخل کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ بھرپور حصہ لیا اور مسلمانوں کو جب بھی کسی خطرناک معرکے کا سامنا کرنا پڑا، حضرت سعید بن زیدؓ نے اس میں بے مثال جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کیا اور نہایت تابناک اور قابل تعریف کارنامے انجام دیئے۔ ان کی دلیری وجانبازی کا حیرت ناک کارنامہ وہ ہے جو جنگ یرموک میں انہوں نے انجام دیا تھا اور جو اس کی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔اس کی ایک ہلکی

سی جھلک ان کے اس بیان سے ہمارے سامنے آتی ہے جسے تاریخ نے اُن کے اِن الفاظ میں ہمیشہ کے لئے اپنے صفحات میں محفوظ کرلیا ہے:

’’غزوہ یرموک کے موقع پر ہماری تعداد تقریباً چوبیس ہزار تھی۔ اس کے مقابلے میں رومی فوج ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ وہ اس طرح بھاری قدموں کے ساتھ ہمارے طرف بڑھ رہے تھے جیسے پہاڑ ہوں جنہیں خفیہ ہاتھ حرکت دے رہے ہوں۔ ان کے راہب اور بزرگ، مذہبی پیشوا اپنے ہاتھوں میں صلیبیں اٹھائے ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔ وہ بلند آواز سے اپنی فوج کی فتح وکامرانی کی دعائیں مانگ رہے تھے اور ان کے پیچھے ان کی پوری فوج ان کے الفاظ کو اس طرح بلند آہنگی کے ساتھ دہرا رہی تھی جیسے بجلی گرج رہی ہو۔ جب مسلمانوں نے ان کو اس حال میں دیکھا تو ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے ان کی اوپر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور ان کے دلوں میں ان کا خوف سرایت کرگیا۔ اس وقت ابوعبیدہ ابن جراحؓ جو فوج کے سپہ سالار تھے، کھڑے ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کو جہاد وقتال اور جاں بازی و جاں سپاری پر ابھارتے ہوئے کہا:

’’اللہ کے بندو! اللہ کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ کے بندو! اللہ کی راہ میں ڈٹ جاؤ اور صبر سے کام لو، صبر، یقیناً کفر سے نجات کا، رضاء الٰہی کے حصول کا اور ذلت و عار کو دفع کرنے کا ذریعہ ہے۔ اپنے نیزے کو تان لو، اپنی ڈھالوں کو آڑ بنالو اور جب تک میں تمہیں حملہ کرنے کا اشارہ نہ کروں، خاموشی اختیار کئے رہو اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو۔‘‘

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے آگے فرماتے ہیں:

’’اسی وقت مسلمانوں کی صف میں سے ایک شخص باہر نکلا اور آگے بڑھ کر اس نے ابوعبیدہؓ سے کہا:

’’میں اسی وقت خدا کی راہ میں اپنی جان نثار کرنے کا فیصلہ کرچکا ہوں، تو کیا آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہو؟‘‘

’’ہاں!‘‘ انہوں نے کہا: ’’تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے سلام پہنچانے کے بعد عرض کردینا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے رب نے ہم سے جو وعدے کئے تھے وہ سب ایک ایک کرکے پورے ہوگئے۔‘‘

حضرت سعیدؓ بن زید فرماتے ہیں:

’’میں نے جیسے ہی اس کی باتیں سنیں اور اسے میان سے تلوار کھینچ کر دشمن کے مقابلے میں جاتے دیکھا، زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنا نیزہ سیدھا کرلیا اور لڑنے کے لئے تیار ہوگیا اور دشمن کی طرف سے سب سے پہلا سوار جو ہماری طرف بڑھا اسے اپنے نیزے میں پرولیا، پھر دشمن پر جھپٹ پڑا۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ میرے دل سے ہر قسم کے خوف و ہراس کو دور کرچکا تھا اور پھر سارے مسلمان رومیوں پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نصرت اور کامیابی سے نواز نہیں دیا، برابر ان سے مصروفِ جدال رہے۔‘‘

اس کے بعد حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ دمشق کی فتح میں شریک ہوئے۔ جب اہل دمشق

حاجی عطاء اللہ لدھیانویؒ کی وفات

حاجی عطاء اللہؒ حافظ صدرالدینؒ کے فرزند ارجمند اور اہل سنت والجماعت پاکستان کے سرپرست مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کے برادر اکبر تھے۔ حافظ صدرالدینؒ رائے پور لدھیانہ سے مہاجر ہوئے اور کمالیہ کو اپنا مستقر بنایا اور جامع مسجد فاروقیہ کے نام سے مسجد بنائی۔ موصوف کمالیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ موصوف نے ۱۹۹۷ء میں رحلت فرمائی اور آپ کے فرزند ارجمند مولانا محمد احمد ان کے جانشین قرار پائے۔ ان سے بڑے جناب حاجی عطاء اللہ تھے۔ تیس پینتیس سال سعودی عرب میں مقیم رہے۔ آپ کی عمر ۷۶ سال ہوگی۔ موصوف فنا فی الجمعیۃ اور قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کے فدائی و شیدائی تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ۱۴؍مئی ۲۰۲۳ء کو راہی ملک عدم ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ کی امامت آپ کے بھائی مولانا محمد احمد نے کی۔ جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی اور انہیں کمالیہ کے مرکزی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں۔ راقم ۶؍جون کو تعزیت کے لئے حاضر ہوا۔ مرحوم کے بھائی حافظ حبیب اللہ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی ذمہ داروں میں ہیں نیز ان کے برادرزادہ مولانا لطف اللہ سے تعزیت کی اور مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی تو حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں کا گورنر مقرر کردیا۔اس طرح حضرت سعید بن زیدؓ دمشق کے سب سے پہلے مسلمان گورنر تھے۔

حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایسا حادثہ پیش آیا،جس کو مدینے کے لوگ بہت دنوں تک بیان کرتے رہے۔ہوا یہ کہ اروی بنت اویس نامی ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ سعید بن زیدؓ نے اس کی زمین کا ایک حصہ غصب کرکے اپنی زمین میں شامل کرلیا ہے۔پہلے تو وہ اس بات کو مسلمانوں میں ادھر ادھر بیان کرکے سعید بن زیدؓ کو بدنام کرتی رہی پھر اسے ایک مقدمے کی شکل میں مروان کی عدالت میں پیش کردیا جو اس وقت مدینے کا گورنر تھا،جب مروان نے اس معاملے میں گفتگو کرنے کے لئے چند آدمیوں کو ان کے پاس بھیجا تو یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معزز صحابی کو بہت شاق گزری اور انہوں نے فرمایا:

”لوگ سمجھتے ہیں کہ میں نے اس کی زمین دبالی ہے!! میں یہ ظالمانہ حرکت کیسے کرسکتا ہوں؟ جب کہ میں نے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

”من ظلم شبراً من الارض طوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین۔“

ترجمہ:”جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین غصب کرے گا، قیامت کے روز ساتوں زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔“

پھر انہوں نے اس کے حق میں بددعا کرتے ہوئے فرمایا:

”خدایا! وہ کہتی ہے کہ میں نے اس کے اوپر ظلم کیا ہے، اگر وہ جھوٹی ہے تو اسے نابینا کر کے اسی کنویں میں گرادے،جس کے بارے میں وہ مجھ سے جھگڑ رہی ہے۔“

اس کے چند ہی دنوں کے بعد وادیٔ عقیق میں ایسا زبردست سیلاب آیا، جس نے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اس سیلاب نے دونوں زمینوں کے درمیان واقع حدِ فاصل کو ظاہر کر دیا، جس کے متعلق دونوں کے درمیان اختلاف واقع ہوا تھا۔اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی کھل کر سب کے سامنے آگئی کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اس معاملے میں حق پر تھے اور ایک مہینہ گزرتے گزرتے وہ عورت اندھی ہوگئی اور ایک دن جب وہ اپنی اسی زمین میں گھوم رہی تھی،کنویں میں گر پڑی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

”ہم لوگ اس وقت، اپنے لڑکپن میں ایک شخص کو دوسرے شخص سے یہ کہتے ہوئے سنتے تھے:“

”اعماک اللہ کما اعمیٰ الاروی“

ترجمہ:”اللہ تعالیٰ تجھے اندھا کردے جیسا کہ اروی کو کیا ہے۔“

اور اس میں کسی تعجب کا مقام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اتقوا دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب۔“

ترجمہ:”مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس کے اور خدائے تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔“

خصوصاً اس وقت خدا اور بندۂ مظلوم کے درمیان کیسے کوئی حجاب حائل ہوتا جب مظلوم حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے جو ان دس نفوس قدسیہ میں سے تھے جنہیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔☆☆

قاری عبدالقادرؒ خانبیلہ جلالپور پیروالا

ہمارے جامعہ عزیز العلوم شجاع آباد کے تعلیم کے زمانہ کے ایک استاذ قاری عبدالقادرؒ تھے جو خانبیلہ جلالپور پیروالا سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے قرآن پاک حفظ کی تکمیل وگردان امام القراً حضرت مولانا قاری رحیم بخشؒ سے جامعہ خیر المدارس ملتان میں کی۔ حضرت قاری صاحبؒ سے فراغت کے بعد کئی ایک مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں بھی مدرس رہے۔ اگرچہ راقم کو ان سے استفادہ کی سعادت نصیب نہ ہوئی۔ اس لئے کہ راقم درجہ کتب میں متعلم تھا اور موصوف قرآن پاک حفظ وناظرہ کی تدریس پر مامور تھے۔ ان دنوں مفسر القرآن حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کی وجہ سے مدرسہ کا طوطی بولتا تھا اور مدرسہ میں طلبا واساتذہ کرام کی ضروریات کا خاص انتظام بھی نہیں تھا۔ تاہم مولانا قاری عبدالقادرؒ نے انتہائی صبر وشکر اور خوش اسلوبی سے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، بعد ازاں بھی کئی ایک مدارس میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا، ۲۰۱۱ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ نماز جنازہ کی امامت جلال پور پیروالا کے بزرگ عالم دین مولانا غلام محی الدین مدظلہ نے کی اور آپ کی تدفین قبرستان مہاجرین خانبیلہ میں عمل میں لائی گئی۔ راقم عرصہ کے بعد جلال پور کانفرنس کے سلسلہ میں حاضر ہوا تو یہ چند سطور سپرد قلم کردیں۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

انبیاء کرام علیہم السلام کا تسلسل اور قادیانی اعتراض!

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

ایک آن لائن پروگرام میں کی گئی گفتگو کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ! چند سال پہلے جنوبی افریقہ میں ایک ختم نبوت کانفرنس کے دوران میں نے قادیانیت کے حوالے سے ایک پہلو پر گفتگو کی تھی، وہ گفتگو الحمدللہ! پسند کی گئی اور دنیا بھر میں اس کو بہت وسیع پیمانے پر سنا گیا پھیلایا گیا۔اس پر قادیانی حضرات کی طرف سے ایک اعتراض سامنے آیا ہے اور وہ بھی دنیا بھر میں پھیلایا گیا ہے۔میں آج اس حوالے سے تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہوں گا۔

میں نے یہ گزارش کی تھی کہ قدرت کا قانون یہ ہے اور تسلسل یہ بتاتا ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا، کہ نئے نبی کے آنے سے مذہب بدل جاتا ہے، نبی مطاع ہوتا ہے مطلقاً اور نبی کے بدلنے سے اطاعت کا مرکز تبدیل ہو جاتا ہے۔چونکہ نبی وہ واحد شخصیت ہوتی ہے جس کی بات کسی دلیل کے بغیر ماننا ضروری ہوتی ہے، نبی سے دلیل نہیں پوچھی جاتی، نبی جو کہتا ہے وہ دلیل ہوتی ہے۔بنیادی طور پر یہ بات کہی تھی علامہ محمد اقبالؒ نے، تو میں نے ان کی اس بات کو بنیاد بنا کر ایک بات کی تھی کہ نبی کے بدلنے سے مذہب بدل جاتا ہے، اور قادیانی چونکہ نئی نبوت کی بات کرتے ہیں تو ان کا مذہب ہمارے مذہب سے الگ ہے، وہ نیا نام رکھیں گے۔جس طرح یہودیت سے عیسائیت الگ ہوئی، نئے نبی کی بنیاد پر، نئی وحی کی بنیاد پر، نئی کتاب کی بنیاد پر۔ اور عیسائیت سے ہم الگ ہیں، نئے نبی کی بنیاد پر، نئی کتاب کی بنیاد پر، نئی وحی کی بنیاد پر۔ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں، توراۃ کو بھی مانتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں، انجیل کو بھی مانتے ہیں، لیکن چونکہ ہم ان کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور قرآن کریم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس لیے ہمارا مذہب ان سے الگ ہے، عیسائیوں کا یہودیوں سے الگ ہے۔ یہ میں نے بنیادی بات کی تھی کہ نبی کے بدلنے سے، وحی کے بدلنے سے مذہب بدل جاتا ہے، پہلا مذہب اور ہوتا ہے دوسرا اور ہوتا ہے، نام الگ ہوتا ہے۔غلط یا صحیح اپنے مقام پر لیکن مذہب بہرحال تبدیل ہو جاتا ہے، کہ اطاعت کا مرکز تبدیل ہو جاتا ہے تو مذہب بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ میں نے بات کی تھی، اس پر قادیانی حضرات کی طرف سے یہ اعتراض کچھ عرصہ پہلے سامنے آیا ہے اور دنیا بھر میں اس کو دہرایا جارہا ہے۔انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب نے بات کی ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی بات کر کے پھر سیدھا عیسیٰ علیہ السلام پر چلے گئے ہیں، یہ درمیان کے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات جو تھے ان کے آنے سے تو مذہب نہیں بدلا تھا، ان کا ذکر مولوی صاحب نے کیوں نہیں کیا؟ یہ ان کا استدلال و اعتراض کہ درمیان میں بہت سے پیغمبر آئے تھے، ہزاروں کی تعداد میں آئے تھے، وحی بھی آتی رہی ہے۔تو درمیان کے جو نبی آتے رہے ان نبیوں کے آنے سے مذہب کیوں نہیں بدلا، یہ عیسیٰ علیہ السلام تک بات کیوں گئی ہے؟ یہ ان کا اعتراض ہے اور بادی النظر میں یہ اعتراض سمجھ میں آتا ہے۔اصل میں یہ اعتراض اس لیے پیدا ہوا کہ میری گفتگو میں کچھ اجمال رہ گیا تھا، میں نے پوری وضاحت نہیں کی تھی، میں معترضین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ سوال پیدا کر کے مجھے اپنی گفتگو کا اجمال دور کرنے کا موقع دیا ہے۔

بات یہ ہے کہ میں مانتا ہوں کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک درمیان میں سینکڑوں نہیں، بعض روایات کے مطابق ہزاروں پیغمبر آئے ہیں، ان کے آنے سے مذہب نہیں بدلا، مذہب بدلا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر آخری مرحلے میں۔اس کی دو وجوہات ہیں کہ وہ کیوں نہیں بدلا اور ہمارا کیوں بدل گیا ہے۔اس

کے دو بنیادی اسباب ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰؑ تک نبیوں کا آنا جاری تھا، ختم نبوت کا کوئی تصور تھا نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی خاتم الانبیاء کہا جاتا ہے لیکن خاتم انبیاء بنی اسرائیل، بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر۔ لیکن اس سے پہلے ختم نبوت کا تصور بنی اسرائیل میں نہیں تھا، نبوت کا سلسلہ جاری تھا، ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تھا، اس لیے ان کے آنے سے فرق نہیں پڑتا تھا، اور وہ نہیں پڑا۔ ایک وجہ تو یہ ہے۔

دوسری وجہ یہ بنی کہ موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ تک جس نے بھی اس دائرے میں نبوت کی بات کی ہے اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کا انکار کر دیا گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا تو بنی اسرائیل نے، یہود نے ماننے سے انکار کر دیا، الگ ہو گئے۔ اب جب انکار کی بنیاد پر الگ ہوئے تو یہ مذہب الگ ہو گیا اور وہ مذہب الگ ہو گیا۔ یہ دوسری وجہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر دیا گیا، انکار کرنے والے پہلے مذہب کے ماننے والے رہے، اور ان کو تسلیم کرنے والے نئے مذہب کے پیروکار بن گئے۔

ہمارے ہاں یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ اعلان فرما دیا تھا کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ ''لا رسالۃ بعدی ولا نبوۃ'' میرے بعد نہ رسالت ملے گی اور نہ نبوت ملے گی۔ یہ ختم نبوت کا عقیدہ بنیاد بنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا اور دوسری بات یہ بنی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بنی اسرائیل کی طرز والی نبوت، جس کو قادیانی حضرات ''امتی نبی'' کہہ کر اپنا دعویٰ منوانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ امتی نبی والی صورت حضورؐ کے زمانے میں پیدا ہوئی ہے اور حضورؐ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مسیلمہ کذاب کے بارے میں روایت اٹھا کر دیکھ لیں، وہ حضورؐ کے مقابلے پر مستقل نبوت کا دعویدار نہیں تھا، امتی نبی ہونے کا دعویدار تھا۔ مسیلمہ کذاب پہلے جناب نبی کریمؐ کا کلمہ پڑھتا تھا، پڑھاتا تھا، یہ اقرار کروا کے پھر اپنی بات کرتا تھا وہ رسول ہیں اور میں بھی ہوں۔ امتی نبی کا تصور یہ ہے۔ اس کے بعد جو کلمہ پڑھنے آتا تھا تو اسے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور پھر ''لا الہ الا اللہ مسیلمۃ رسول اللہ'' پڑھواتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کرتا تھا رسول مانتا تھا اور رسول ماننے کے بعد امتی اور تابع نبی کے طور پر اپنی بات بھی کرتا تھا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ان کی اذان بھی یہی تھی۔

ختم نبوت کے پہلے شہید حبیب بن زیدؓ جو مسیلمہ کے ہاتھوں قتل ہوئے، اسی وجہ پر قتل ہوئے۔ اس نے پہلے حبیب بن زیدؓ سے پوچھا ''اتشھد ان محمدًا رسول اللہ'' انہوں نے کہا کہ ''نشھد ان محمدًا رسول اللہ''۔ پھر پوچھا کہ ''اتشھد انی رسول اللہ؟'' انہوں نے کہا کہ نہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو دو نمائندے مسیلمہ کذاب کا خط لے کر جناب نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، رسول اللہ نے ان سے بھی اسی ترتیب سے پوچھا ''اتشھد انی رسول اللہ؟'' کیا تم مجھے خدا کا رسول مانتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ''نشھد'' آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر پوچھا: ''اتشھد ان مسیلمۃ رسول اللہ؟'' کیا تم یہ بھی گواہی دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ انہوں نے کہا گواہی دیتے ہیں۔

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ جناب نبی کریمؐ کے امتی نبی ہونے کا دعویٰ تھا۔ اس پر اس کا جو خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہے، بخاری شریف میں موجود ہے، اس کا ٹائٹل بھی یہی ہے ''من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ'' کہ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔ ٹائٹل بھی یہی ہے اور آگے پیشکش کیا ہے یہ زیادہ توجہ طلب بات ہے۔ اس نے جناب نبی کریمؐ کو صلح کی پیشکش کی کہ مجھے کسی درجہ میں تسلیم کر لیا جائے تو میرے پاس یہ فارمولا ہے۔ اس نے کہا جناب میرا آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے، آپ اللہ کے رسول ہیں، میں بھی ہوں، اپنے معاملات یوں طے کرتے ہیں کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ نامزد کر دیں تو مسئلہ ختم۔ جب تک آپ ہیں، آپ، آپ نہیں ہوں گے تو میں۔ اور اگر یہ بات آپ کو منظور نہیں ہے تو پھر ''لنا وبر ولک مدر'' پھر تقسیم کر لیں، شہروں کے نبی آپ، دیہات کا میں۔ خط کا ٹائٹل، خط کا مضمون، اور مسیلمہ کذاب کا حضور کو رسول منوانے کے بعد اپنی بات کرنا، یہ کھلے شواہد ہیں کہ مسیلمہ کذاب امتی نبی ہونے کا دعویدار تھا۔ خلافت مانگنا، کس کی مانگ رہا تھا؟ تقسیم کس سے کر رہا تھا؟ امتی نبی ہونے کا تصور بنی اسرائیل میں تھا، ہمارے ہاں امتی نبی ہونے کے تصور کی بھی حضور نے صراحتاً نفی فرما دی کہ نہ کوئی غیر امتی، نہ کوئی امتی، مسیلمہ کذاب کو رد کرتے ہوئے۔

مسیلمہ کذاب خود مدینہ منورہ آیا ہے،

جناب نبی کریمؐ کے ساتھ گفتگو کی ہے دوبدو۔ وہ مکالمہ موجود ہے، بخاری شریف کی روایت ہے۔ یہ پیشکش اس نے سامنے کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کے جواب میں دو باتیں فرمائیں۔ ایک بات تو اصولی تھی، قرآن کریم کی آیت پڑھ دی ''ان الارض للّٰہ یورثھا من یشآء من عبادہ'' کہ زمین اللہ کی ہے، خلیفہ کسے بنانا ہے، شہر کسے دینے ہیں، دیہات کسے دینے ہیں، وہ اللہ کا کام ہے میرا کام نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب عملی تھا، مسیلمہ کو دوبدو ملاقات میں حضورؐ نے فرمایا۔ زمین سے ایک لکڑی اٹھائی، فرمایا تم مجھ سے خلافت کی بات کرتے ہو، زمین کی تقسیم کی بات کرتے ہو، مجھ سے یہ لکڑی بھی مانگو، میں دینے کا روادار نہیں ہوں۔ یہ عملی جواب تھا۔

میں نے گزارش کی ہے کہ امتی نبی ہونے کا تصور بنی اسرائیل میں تھا، ہماری امت میں نہیں ہے۔ ختم نبوت کا تصور بنی اسرائیل میں نہیں تھا، ہمارے ہاں ہے۔ یہ دو باتیں بالکل واضح طور پر ہمارے ذہنوں میں رہنی چاہئیں۔ دونوں باتوں کی نفی کرنے والے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں، اپنے قول کے ساتھ بھی، اپنے عمل کے ساتھ بھی۔ اور دوسری بات میں نے گزارش کی ہے کہ جب انکار نہیں کیا گیا کہ ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تھا، تو مذہب ایک ہی رہا۔ لیکن جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کا انکار کر دیا گیا تو انکار کرنے والوں کا مذہب اور ہو گیا، اور اقرار کرنے والوں کا مذہب اور ہو گیا۔ یہ تقسیم کی بنیاد تھی۔

ہمارے ہاں بھی، ہمارے ہاں تو شروع سے یہ قصہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضورؐ کے بعد چودہ سو سال تک، جس شخص نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے، خواہ کسی حیثیت سے کیا ہے، امت نے اسے قبول نہیں کیا۔ بنی اسرائیل قبول کرتے رہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تھا۔ ہمارے ہاں امت نے مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا غلام احمد تک کسی کو قبول نہیں کیا کہ ہمارے ہاں ختم نبوت کا عقیدہ ہے، اس کا واضح تصور موجود ہے اور جب مرزا غلام احمد کا انکار کر دیا گیا، امت نے بحیثیت امت انکار کر دیا، جو امت کا دائرہ کہلاتا ہے، امت کے اندر کوئی حلقہ ایسا نہیں ہے جو قادیانیوں کے دعوے کو تسلیم کرتا ہو اور امتی نبی کے تصور کو تسلیم کرتا ہو۔

چلیں، قادیانی حضرات اس بات پر بضد ہیں، میں نے اس کی نفی بھی کی ہے، لیکن یہ تو وہ بھی انکار نہیں کر سکیں گے، کہ جب انکار کر دیا گیا تو یہ مذہب الگ ہو گیا، وہ مذہب الگ ہو گیا۔ جب مرزا غلام احمد کا امت نے انکار کر دیا تو ظاہر بات ہے کہ مذہب تو الگ ہونا تھا۔ انکار کرنے والوں کا مذہب اسلام رہا، ماننے والوں کا مذہب نیا ہے۔ اور قادیانیوں سے ہمارا یہی سوال ہے کہ جب مذہب نیا ہے تو اس کا ٹائٹل، اس کی اصطلاحات، اس کے شعائر، یہ مسلمانوں والے کیوں ہیں؟ اصل جھگڑا قادیانیوں سے یہ ہے کہ مذہب نیا ہے تو ٹائٹل ہمارا کیوں استعمال کر رہے ہیں؟ مذہب ہم سے الگ ہے تو علامات ہماری کیوں استعمال کر رہے ہیں؟ شعائر ہمارے کیوں استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارا جھگڑا یہ ہے کہ ٹائٹل نیا رکھیں۔ کعبہ، بیت اللہ، ام المومنین، امیر المومنین، کلمہ طیبہ، مسجد، مینار، یہ ہماری علامتیں ہیں۔

میں اس کی مثال ایک بار پھر دہراؤں گا کہ نئی کمپنی بنتی ہے پہلی کمپنی سے الگ ہو کر، غلط صحیح اپنے مقام پر، لیکن نئی کمپنی نام نیا اختیار کرے گی، ٹریڈ مارک الگ اختیار کرے گی، مونو الگ اختیار کرے گی، اپنی علامات الگ اختیار کرے گی۔ اگر پہلی کمپنی سے جدا ہو کر نئی بننے والی کمپنی نام، مونو اور ٹریڈ مارک پہلی کمپنی کا استعمال کرے گی تو فراڈ کہلاتا ہے، دھوکہ کہلاتا ہے۔ اسی دھوکے کو واضح کرنے کے لیے ہم دنیا کے سامنے یہ موقف واضح کرتے ہیں۔

یہ اعتراض قادیانیوں کی طرف سے آیا تھا، میں نے ضروری سمجھا کہ اس کا جواب دے دیا جائے، اور آج میں نے اپنی گفتگو سے قادیانیوں کے اس مغالطے کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادیانیوں کو ہدایت دے، میں ان کے لیے ہدایت کا دعا گو رہتا ہوں ہمیشہ، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے، بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور آخری بات کہہ کر بات ختم کروں گا، میں قادیانی حضرات کو ہمیشہ یہ مشورہ دیتا رہتا ہوں۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چار آدمیوں نے نبوت کا دعوٰی کیا تھا۔ مسیلمہ نے، اسود عنسی نے، طلیحہ نے، سجاح نے۔ مسیلمہ حضورؐ کے زمانے میں مقابلے پر نہیں آیا، بعد میں آیا، قتل ہو گیا۔ اسود عنسی حضورؐ کے زمانے میں مقابلے پر آیا، قتل ہو گیا۔ طلیحہ نے توبہ کر لی تھی، اسلام قبول کیا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانے میں قادسیہ کی جنگ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ طلیحہ کا شمار آج بھی محدثین صحابہ میں کرتے ہیں، حضرت طلیحہ بن خویلد اسدیؓ۔ نبوت کا دعوٰی بھی کیا تھا، مقابلہ بھی کیا تھا، حضرت عکاشہؓ جیسے صحابی کو شہید بھی کیا تھا، اور دو جنگیں لڑیں مسلمانوں سے۔ پھر توبہ کی،

واپس آئے، اور انہوں نے شہادت پائی، اور وہ ہمارے محترم بزرگ ہیں۔ سجاح نے بھی توبہ کر لی تھی۔ سجاح نبوت کی دعویدار تھی، مقابلے پر آئی فوجیں لے کر۔ یہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں آئی ہے، توبہ کی ہے، اسلام قبول کیا ہے، حضرت معاویہؓ کے حکم پر کوفہ میں آباد ہوئی ہے، وہیں ایک عابدہ زاہدہ خاتون کے طور پر رہی ہے۔ جب فوت ہوئی تو حضرت ثمرہ بن جندبؓ گورنر تھے، انہوں نے جنازہ پڑھایا، تدفین کی ہے، اور وہ بھی ہماری صالحہ خواتین میں شمار ہوتی ہے ہماری تاریخ میں۔

میں قادیانیوں سے یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ میرے بھائی! مسیلمہ اور اسود کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے؟ طلیحہ اور سجاح کا نقش قدم بھی ہے۔ میں دعوت دوں گا کہ تھوڑا سا زاویہ نگاہ بدلیں، سجاح پر بھی غور کر لیں، طلیحہ پر بھی غور کر لیں، واپسی کا راستہ کھلا ہے۔ آپ واپس آئیں، ہمارے بھائی ہیں، ہمارے دوست ہیں، ہم سینے سے لگائیں گے۔ ہم واپسی کی دعوت دیتے ہیں، مغالطے سے نکلیں، امت پر زبردستی مسلط ہونے کی بجائے امت کا حصہ بنیں، ہم آپ کو قبول کریں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆ .... ☆☆

بھائی حافظ حسین احمد مدنی مرحوم

میرے چھوٹے بھائی حافظ حسین احمد مدنی کی پیدائش 1992ء میں دریا خان ضلع بھکر میں ہوئی، مولانا عبدالعزیز محمدی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامع مسجد امان، اسلامیہ کالونی ڈیرہ اسماعیل خان میں ہم دونوں بھائیوں نے اپنے والد گرامی قاری محمد یونس صاحب مدظلہ کے ہاں حفظ قرآن کی تکمیل کی، بعدازاں جب ہم جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں شریف ضلع میانوالی پڑھنے کے لیے گئے تو بندہ درجہ کتب میں تھا، جبکہ بھائی حسین احمد مدنی نے حضرت قاری مفتاح الاسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پاس گردان اور تجوید مکمّل کی۔ اُس زمانے میں عمر چونکہ کم تھی، اس لیے فارغ اوقات میں خانقاہ سراجیہ کے لنگر میں حکیم سلطان محمود صاحب مدظلہ کی نگرانی میں خدمت کرنا، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کو سہارا دے کر گھر کے اندر لے جانا اور لے آنا بھائی حسین احمد مدنی کا محبوب مشغلہ تھا، حضرت قاری مفتاح الاسلام صاحب کی شفقت اور سرپرستی بھی طالب علمی کے زمانے میں خوب میسر رہی، پھر درجہ متوسطہ بھی خانقاہ شریف ہی میں پڑھا۔ بندہ چونکہ مزید تعلیم کے لیے کراچی چلا آیا، یوں بھائی حسین احمد مدنی نے درجہ اولیٰ قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کے ادارے جامعہ معارف الشرعیہ ڈیرہ اسماعیل خان میں پڑھا، پھر گھریلو مصروفیات اور والدین کی خدمت کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ مزید جاری نہ رکھ سکے، کئی سال تک پابندی کے ساتھ تراویح میں قرآن کریم سناتے رہے، کچھ سال سماعت بھی کی۔ والدین کے فرمان بردار اور نیک خصلت انسان تھے۔

23 مئی 2023ء، مطابق 2 ذوالقعدۃ 1444ھ، بروز منگل مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد بازار سے گھر کے لیے سودا سلف خرید کر آ رہے تھے کہ یکا یک آندھی اور بارش کا ماحول بنا، گھر سے کچھ ہی فاصلے پر تھے کہ کسی کے گھر کی دیوار گری، اور نیچے دب گئے اور وہیں رات کے تقریباً ساڑھے 8 بجے کے قریب انتقال ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واسکنہ الفردوس!

اگلے دن 24 مئی بروز بدھ کو عیدگاہ شرقی دریا خان میں ہزاروں افراد نے نماز جنازہ ادا کی، قارئین کرام اور تمام ارکان ختم نبوت سے مرحوم کے لیے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، قبر اور آخرت کی تمام منازل آسان فرمائے اور والدین سمیت تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولوی محمد اشفاق یونس، شاہ فیصل کالونی، کراچی

خانبیلہ میں علمائے کرام کے اجلاس سے

خطاب: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۳؍جون کو جلال پور پیر والا میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس کے سلسلہ میں ۲۹؍مئی کو قاسمی مسجد میں تقریب منعقد ہوئی، جس کی صدارت قاری محمد امین نے کی۔ مہمان خصوصی مولانا عبدالرحمٰن جامی تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے مبلغ مولانا خالد عابد اور راقم الحروف کے بیانات ہوئے۔ علمائے کرام نے کانفرنس میں شرکت کے لئے بھرپور کوشش کا وعدہ فرمایا۔ خانبیلہ جلال پور پیر والا سے مغرب کی طرف پندرہ کلومیٹر پر واقع ہے۔ راقم الحروف کے ایک استاذ مولانا عبدالمالکؒ بھی اسی قصبہ کے رہنے والے تھے۔ جن کا انتقال ۱۳؍جولائی ۲۰۱۴ء کو ہوا۔

مولانا قاری مختارالحق کے ہاں بیان:

مولانا مختارالحق جلال پور پیر والا کے متحرک عالم دین ہیں۔ ان کی مسجد میں ۳۰؍مئی کو مغرب کے بعد جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت مولانا عبدالرحمٰن جامی نے کی جبکہ مدرسہ صوت القرآن فاروقیہ کے بانی قاری عبدالرحیم فاروقی مہمان خصوصی تھے۔ تلاوت و نعت کے بعد مولانا محمد نعیم اور راقم الحروف کے بیانات ہوئے۔

جلال پور بار کے وکلاء سے ملاقاتیں:

مولانا حبیب اللہ رفیقی، جناب عبدالرحمٰن جامی، محمد اسماعیل شجاع آبادی نے جلال پور بار ایسوسی ایشن کے صدر اور سیکریٹری سے ملاقاتیں کیں اور وکلاء کو جلال پور پیر والا ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ اکثر وکلاء نے شرکت کے ارادے کئے اور یہ ملاقاتیں ۳۰؍مئی کو بارہ سے دو بجے تک جاری رہیں۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

جامعہ قادریہ میں حاضری: جامعہ قادریہ کے بانی ثانی سیبویہ مولانا غلام رسول پونٹویؒ تلمیذ شیخ الہندؒ کے فرزند نسبتی مولانا غلام محمد فاضل جامعہ خیرالمدارس ملتان نے ۱۹۶۲ء میں رکھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا خلیل احمد اسعد نے جامعہ قادریہ کا چارج سنبھالا، بوقت تحریر بنات میں تقریباً تمام اسباق ہوتے ہیں اور بنین میں حفظ و ناظرہ کا شعبہ کام کررہا ہے۔ مولانا خلیل احمد اسعد راقم کے مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں تعلیم کے زمانہ کے ساتھی ہیں۔

مدرسہ فاروقیہ صوت القرآن جلال پور پیر والا: مدرسہ کے بانی قاری عبدالرحیم فاروقی نقشبندی ہیں، ان کے ادارہ میں دو تین رات قیام کا اتفاق ہوا۔ نیز ۳؍جون کو جلال پور پیر والا میں ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کے داعیان میں سے ہیں۔ کسی زمانہ میں متحرک و فعال شخصیت کے مالک تھے۔

جامعہ رحمانیہ: جامعہ کے بانی مولانا حسین احمد باردار تھے، جبکہ حافظ غلام نبی ان کے معاونین خصوصی میں سے تھے۔ راقم ان کی دعوت پر کئی سالوں سے ''ربانی مسجد'' جلال پور پیر والا میں شوال المکرم کا پہلا جمعہ بیان کرتا ہے۔ جلال پور ختم نبوت کانفرنس کے سلسلہ میں جامعہ رحمانیہ اور اس کی انتظامیہ ہماری میزبان رہی ہے۔ مبلغین مجلس مولانا وسیم اسلم، مولانا محمد عثمان، مولانا محمد نعیم ہفتہ دس دن جامعہ رحمانیہ کے مہمان رہے۔ مولانا پروفیسر عبدالشکور جامعہ کے مہتمم اور مجلس کے امیر ہیں۔ کانفرنس سے متعلقہ امور کو حل کرنے کے لئے موصوف اور ان کے بھائی قاری محمد امین مدظلہ ہروقت مصروف خدمت رہے۔

الجامعۃ الرشیدیہ لودھراں میں علمائے کرام کا اجلاس: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر ۳۱؍مئی کو علمائے کرام کا اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا مفتی عبدالصمد نے کی۔ اجلاس میں تین درجن کے قریب علمائے کرام نے شرکت کی۔ مہمان خصوصی محمد اسماعیل شجاع آبادی تھے۔ موخرالذکر نے جلال پور کانفرنس کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے کانفرنس میں شرکت کے لئے دعوت دی۔ علمائے کرام نے وعدہ کیا۔ اجلاس میں مولانا محمد مرتضیٰ، مولانا محمد ابن اللہ بخش، مولانا سید حفیظ احمد شاہ، مولانا خلیل الرحمٰن، مولانا ضیاء اللہ سمیت تین درجن علمائے کرام نے شرکت کی۔

کوٹلی نجابت میں جلسہ: کوٹلی نجابت کی مرکزی جامع مسجد میں ۳۱؍مئی کو مغرب کی نماز کے بعد جلسہ منعقد ہوا، جلسہ کی صدارت مولانا زاہد سلمہ نے کی جلسہ میں ایک سو سے زائد

مسلمانوں نے شرکت کی۔ تلاوت ونعت کے بعد مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولانا زاہد اور محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بیانات ہوئے۔ جلسہ میں جلال پور ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ سامعین جلسہ نے بھرپور شرکت کا ارادہ کیا۔ اس مسجد کی تعمیر تو قیام پاکستان کے ساتھ ہی ہوئی تعمیر جدید ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔ سنگ بنیاد حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ نے رکھا۔ ۲۰۰۵ء میں تعمیر مکمل ہوئی۔ جلسہ محمد اسماعیل شجاع آبادی کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

ختم نبوت ریلی: ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے نیز شہدائے افواج پاکستان اور افواج پاکستان سے یکجہتی کے لیے عظیم الشان ریلی کا انعقاد ہوا۔ ریلی عیدگاہ سے شروع ہوکر اللہ والا چوک پر اختتام پذیر ہوئی۔ ریلی کی قیادت مولانا محمد اسحاق ساقی، مولانا حبیب اللہ رفیقی، مولانا پروفیسر عبدالشکور، مولانا حافظ محمد انس، مولانا وسیم اسلم، جناب محمد اسحاق نعمانی اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے کی۔ ریلی میں نعرہ ہائے تکبیر، تاجدار ختم نبوت زندہ باد، افواج پاکستان زندہ باد، شانِ صحابہ زندہ باد گونجتے رہے۔ ریلی نے اللہ والا چوک پر جاکر جلسہ کی شکل اختیار کرلی۔ جلسہ سے مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ جماعت اسلامی کے مقامی امیر، جمعیت اہلحدیث کے نمائندہ نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت، علمائے امت کی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے خدمات اور ملک وملت کے خلاف قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ۹رمئی کے حیاء سوز واقعات اور افواج پاکستان سے یکجہتی پر بیانات کئے اور شرکائے ریلی کو ۳۰رجون کی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے خطبات جمعہ، سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ تشہیر کرنے پر زور دیا۔ ریلی محمد اسماعیل شجاع آبادی کی دعا پر پُرامن اختتام کو پہنچی۔

جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال: جامعہ کے بانیوں میں علامہ غلام رسولؒ، مولانا مفتی مقبول احمدؒ، مولانا عبدالمجید انورؒ سرفہرست تھے۔ جامعہ تقریباً چار ایکٹرز مین پر مشتمل ہے۔ وسیع وعریض مسجد، طلبا کے دارالاقامے، اساتذہ کرام کی

جلال پور پیروالا ختم نبوت کانفرنس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام علی مشتاق اسٹیڈیم جلال پور پیروالا میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ۳۰رجون کو مغرب کی نماز کے بعد منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا وسیم اسلم، مولانا محمد اسحاق ساقی، مولانا محمد عثمان، مولانا محمد نعیم، مولانا محمد اقبال میلسوی، مولانا خالد عابد، مولانا حافظ محمد انس اور محمد اسماعیل شجاع آبادی نے جلال پور پیروالا، شجاع آباد، احمد پور شرقیہ، اُچ شریف، لودھراں اور مضافات میں دس پندرہ روز تک محنت کی۔ جبکہ مقامی احباب میں امیر مجلس مولانا پروفیسر عبدالشکور، مولانا حبیب اللہ رفیقی، قاری محمد امین، قاری نذیر احمد، محمد اسحاق نعمانی نے بھرپور محنت کی۔ ۳۰رجون کو مغرب کی نماز کے بعد کانفرنس شروع ہونے سے پہلے بارش شروع ہوگئی، جس نے آگے چل کر موسلا دھار کا روپ دھارلیا۔ تلاوت کے بعد مولانا عبدالغفور معاویہ نے نعت رسول، منقبت اہل بیت پر کلام پیش کیا۔ مولانا حافظ محمد انس سلمہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ احباب کے اصرار کے باوجود کہ دعا کرادی جائے، انہوں نے پروگرام جاری رکھا اور نعروں کی گونج میں معروف تبلیغی بزرگ حضرت مولانا کریم بخشؒ کے فرزند گرامی مولانا معاذ کریم، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے نائب مدیر اور شجاع آباد مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمد طیب، مولانا حمزہ لقمان اور مولانا محمد اسحاق ساقی، مولانا خالد عابد، مولانا مفتی راشد مدنی، مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا زبیر احمد صدیقی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت اقدس مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم نے خطاب کیا۔ کانفرنس موسم کے ناخوشگوار ہونے کے باوجود رات گئے تک جاری رہ کر حضرت الامیر مدظلہ کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔ قائدین، مبلغین نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہود ونصاریٰ کے ناموس رسالت کے قانون اور عقیدہ ختم نبوت کے متعلقہ قوانین کے خاتمہ کا ایجنڈا لانے والوں کو اللہ پاک نے ذلت ورسوائی کے گھاٹ اتار دیا۔ انہوں نے کہا کہ جو حکمران ختم نبوت قوانین کو ختم کرنے کا سوچے گا وہ اس کے اقتدار کا آخری دن ہوگا۔ مقررین نے انجینئر محمد علی مرزا اور یونس الگوہر کے کفریہ عقائد سے سامعین کو آگاہ کیا، نیز قادیانیوں کے بائیکاٹ کی اپیل کی گئی۔ مسلمانوں سے درخواست کی گئی کہ وہ قادیانیوں کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کرکے غیرت ایمانی کا ثبوت دیں۔

رہائش گاہیں، خوبصورت مہمان خانہ پر محیط ہے بوقت تحریر میرے جامعہ خیرالمدارس ملتان کے تعلیم کے زمانہ کے ساتھی مولانا طارق مسعود مدظلہ نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ ۷؍جون عشا کی نماز کے بعد بیان ہوا، جس میں سینکڑوں طلبا سمیت اساتذہ کرام اور نمازیوں نے شرکت کی۔

جامع مسجد شہدأ: فرید ٹاؤن کا سنگ بنیاد ۱۹۶۲ء میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے رکھا۔ مسجد کے نظم و نسق کے لئے انجمن اسلامیہ کے نام سے انجمن بنائی گئی جس کے صدر ڈاکٹر زعیم مرغوب ہیں، جبکہ سیکریٹری انجمن مشتاق احمد نظم و نسق چلا رہے ہیں۔ مولانا محمد ندیم سلمہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ۸؍جون صبح کی نماز کے بعد مولانا محمد سلمان ضلعی مبلغ کی معیت میں حاضری اور بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔

چک نمبر ۴۴ ٹو ایل میں ختم نبوت کانفرنس: قاری محمد شعیب مدظلہ نے مذکورہ بالا چک میں جامعۃ الخیر کے نام سے مدرسہ قائم کیا ہے۔ ان کے مدرسہ سے آٹھ بچیوں اور ایک بچے نے قرآن پاک حفظ کی تکمیل کی۔ ان کی استدعا پر ۸؍جون کو مدرسہ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت اوکاڑا کی معروف دینی شخصیت مجاہد ختم نبوت مولانا قاری غلام محمود انور نے کی۔ ملک کے نامور خطیب مولانا عبدالرؤف چشتی مدظلہ کے فرزند ارجمند مولانا غلام اللہ علی نے نعتیہ کلام پیش کیا اور والد کی طرح گھن گرج کے ساتھ خطاب بھی کیا۔ قاری محمد شعیب کے فرزند ارجمند مولانا محمد عزیز نے مدرسہ کا تعارف کرایا۔ مولانا عبدالرزاق مجاہد نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ آخری خطاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے فضائل قرآن اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر خطاب کیا۔ آپ نے اپنے بیان میں کہا کہ حفظ قرآن کریم کی تکمیل کرنے والا ایک ایک بچہ اور بچی ختم نبوت کی دلیل ہے، پہلے نبیوں کی نبوتیں اور کتابیں عارضی جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور کتاب دائمی ہے۔ بچے کی دستار بندی مولانا شجاع آبادی نے کرائی، جبکہ بچیوں کی چادر پوشی ان کی معلمہ نے کرائی۔

مدرسہ ابوبکر صدیق چک نمبر ۵۳ اوکاڑہ میں بیان: مدرسہ کے بانی ہمارے پیر بھائی مولانا قاری محمد تقی ہیں۔ آپ نے اپنے چک میں حفظ و ناظرہ کی معیاری درسگاہ قائم کر رکھی ہے جس میں دسیوں بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ ۸؍جون کو چک نمبر ۴۴ ٹو ایل کے جلسہ سے فارغ ہوکر رات کا قیام مدرسہ میں کیا اور صبح کی نماز کے بعد راقم نے عقیدہ ختم نبوت جو دین اسلام کا اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے پر بیان کیا۔

مولانا عبدالرؤف چشتی سے ملاقات: مولانا عبدالرؤف چشتی ملک کے نامور خطیب ہیں، گزشتہ دنوں ان کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا۔ قاری غلام محمود انور، مولانا عبدالرزاق کی معیت میں تعزیت کے لئے حاضری ہوئی۔ مرحومہ کی مغفرت کی دعا کی گئی۔ اللہ پاک مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ جامع مسجد بلال چک نمبر ۱۰ ون ایل میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے پہلے خطاب کا موقع ملا۔ جمعہ کے اجتماع میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔

جامعہ قاسمیہ مدینہ کالونی پتوکی: جامعہ کا سنگ بنیاد ۱۹۷۹ء میں مولانا مفتی حکیم محمد شریف اور مولانا عبدالمنان رائے پوری خادم قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے رکھا اور مولانا عبدالقادر مہتمم مقرر ہوئے۔ فروری ۲۰۱۵ء تک مدرسہ کا نظم و نسق سنبھالے رکھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر مولانا محمد قاسم انور مہتمم مقرر ہوئے۔ مدرسہ میں بنین و بنات میں حفظ و ناظرہ کے شعبے کام کر رہے ہیں۔ پرائمری پاس طلبا کو داخلہ دیا جاتا ہے اور انہیں مڈل کی تیاری بھی کرائی جاتی ہے۔ بنین میں ۶۰ بچے اور بنات ہیں ۱۰ بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ مولانا عبدالرزاق مجاہد کی معیت میں حاضری ہوئی اور ۹؍جون عشاء کی نماز کے بعد بیان ہوا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پتوکی کے عہدیداران: امیر: مولانا محمد عبداللہ انور، نائب امیر: مولانا محمد عاشق، ناظم اعلیٰ: مولانا ایاز محمود فاروقی، ناظم نشر و اشاعت: قاری محمد اشرف شاکر، ناظم تبلیغ: مولانا طارق شیر مدنی، مولانا مفتی محمد عاطف، قاری محمد اسلم ڈوگر اور مولانا محمد عثمان کامران کی سرپرستی میں یہ یونٹ کام کر رہا ہے۔

دارالعلوم فاروقیہ ہلا: دارالعلوم کے بانی مولانا محمد شفقت مدظلہ ہیں۔ دارالعلوم کی بنیاد ۲۰۱۱ء میں رکھی گئی۔ ۱۱ کنال، ۱۶ مرلہ پر محیط ہے۔ قرآن پاک کی تین کلاسیں اور درجہ کتب رابعہ تک ہے۔ طلبا و طالبات کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔ ہلا پتوکی سے بیس کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۱۵؍جون ظہر کی نماز کے بعد طلبا اور اساتذہ میں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور علما و طلبا کی ذمہ داری کے عنوان پر بیان ہوا۔ اس پروگرام میں پتوکی، مجلس کے ذمہ دار مولانا محمد

عبداللہ کی معیت حاصل رہی اور پروگرام مولانا عبدالرزاق مجاہد نے ترتیب دیا۔

جامع مسجد طوطل: مولانا ہارون الرشید رشیدیؒ بانی دارالعلوم دینیہ پتوکی کے تربیت یافتہ مولانا وحیدالحسن میواتی سلمہ نے مغرب کی نماز کے بعد بیان رکھا۔جس میں بارش کے باوجود کثیر تعداد میں مسلمان شریک ہوئے عقیدہ ختم نبوت عالم ارواح، عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت کے عنوان پر ۱۰؍جون مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا۔

روڈہ پتوکی میں جلسہ: روڈہ پتوکی معروف قصبہ ہے۔ جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مضبوط یونٹ کام کر رہا ہے۔ ۱۰؍جون عشاء کی نماز کے بعد جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت مولانا محمد عبداللہ انور امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پتوکی نے کی۔ علاقہ کے معروف ثناء خواں افتخار احمد شاکر نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ بعدازاں عالمی مجلس ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور مسلمانانِ پاکستان کی ذمہ داری پر تفصیلی بیان کیا۔ آخری بیان قصور سے تشریف لائے ہوئے خوش الحال خطیب مولانا محمد راحیل حنیف کا ہوا۔ جلسہ رات گئے تک جاری رہا۔ پتوکی سے روڈہ آتے ہوئے شدید ترین طوفان باد و باراں کا سامنا کرنا پڑا۔طوفان تھمنے کے بعد علاقہ سے کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ پتوکی سے چوبیس افراد پر مشتمل ایک قافلہ نے وین میں تشریف لا کر جلسہ کی رونق کو دوبالا کیا۔ مولانا مفتی محمد عاطف نے خصوصی شرکت کی۔

(عبدالرزاق مجاہد، مبلغ قصور واوکاڑہ)

تعزیتی تقریب: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے ذمہ دار مولانا عبدالباسط کی اہلیہ محترمہ ۲۷؍مئی کو فوت ہوئیں۔ ان کے ایصال ثواب کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۱۱؍جون ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد الہدیٰ میں تقریب منعقد ہوئی، جس میں کثیر تعداد جماعتی رفقاء اور علمائے کرام نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت ڈویژنل مبلغ مولانا فقیر اللہ اختر نے کی۔ تقریب سے دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ کے مہتمم مولانا محمد ایوب خان ثاقب، مولانا محمد ریاض فاروقی، مولانا محمد طیب اعوان، قاری محمد اسلم، مولانا شرافت علی، مولانا محمد عمیر فاروقی، مولانا احمد مصدق قاسمی، مولانا حماد انذر قاسمی نے تعزیتی بیانات کئے جبکہ مہمان خصوصی سیالکوٹ مجلس کے امیر پیر سید شبیر احمد شاہ تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ''موت ایک اٹل حقیقت اور فکرِ آخرت'' کے عنوان پر خطاب فرمایا اور کہا کہ مرحومہ کے شوہر نامدار مولانا عبدالباسط فاروقی کی ختم نبوت کے سلسلہ میں خدمات میں ان کا برابر کا حصہ ہے۔ انہوں نے جامع مسجد الہدیٰ کی تعمیر میں اپنے شوہر اور سسر اور دادا سسر کا خوب ہاتھ بٹایا۔ اللہ پاک نے انہیں تین بیٹے دیئے جنہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تقریبات میں خصوصیت سے تیار کر کے روانہ کرتیں۔ آخر میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی دعائے مغفرت سے تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ (شرافت علی، مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نارووال وسیالکوٹ)

مولانا زاہد الراشدی مدظلہ سے ملاقات اور اظہارِ تعزیت: جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ناظم اعلیٰ مولانا ریاض خان سواتیؒ کی وفات پر شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ سے مولانا قاری عمر حیات سلمہ کی معیت میں ملاقات کی اور تعزیت کا اظہار کیا۔ مولانا راشدی نے فرمایا کہ مولانا ریاض خان باصلاحیت اور باہمت اور اطاعت شعار عالم دین تھے۔ مسلکی، جماعتی اور ادارہ کی نسبت سے ان کے ذمہ جو کام لگایا جاتا۔ وہ کام بروقت پایہ تکمیل کو پہنچتا۔ ان کی وفات کا صدمہ جہاں ان کی بیوہ اور اولاد کو ہے، وہ میرے لئے بھی ذاتی صدمہ ہے۔ عزیز داری سے ہٹ کر ان کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ان کی رحلت ایک عظیم صدمہ سے کم نہیں، ان کی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کی گئی۔ نیز مولانا نے فرمایا کہ ان کے گھر کا نظام چلتا رہے گا۔ مولانا زاہد الراشدی مدظلہ سے یہ ملاقات ۱۲؍جون کو ہوئی۔

مولانا فیاض خان سواتی مدظلہ سے ملاقات: مولانا فیاض خان سواتی مدظلہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے جانشین اور جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے مہتمم مولانا ریاض خان سواتیؒ جن کا پچھلے دنوں انتقال ہوا کے بڑے بھائی ہیں۔ ۱۲؍جون عصر کی نماز کے بعد جامعہ میں مولانا محمد عارف شامی سلمہ کی معیت میں ملاقات ہوئی اور مولانا ریاض خان سواتیؒ کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا۔ نیز ان کی دینی، سیاسی، سماجی، تعلیمی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی مغفرت کی دعا کی۔ حاجی فیاض خان مدظلہ نے مبلغین ختم نبوت کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کی تشریف آوری اور ڈھارس بندھوانے پر دلی مسرت ہوئی۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ پچھلے دنوں مولانا اللہ وسایا مدظلہ بھی تشریف لائے اور

تعزیت کی۔ نیز تعزیتی مضمون بھی ان کا نظر سے گزرا، مجلس کے احباب کا دل سے مشکور ہوں۔

مولانا ریاض خان سواتیؒ کی یاد میں منعقدہ سیمینار میں شرکت: مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں مولانا ریاض خان سواتیؒ کی یاد میں ۱۳؍جون کو سیمینار منعقد ہوا جس کی صدارت شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ نے کی۔ مہمانِ خصوصی مرحوم کے فرزند ارجمند جناب اسامہ ریاض سواتی تھے۔ سیمینار مقامی تنظیم جمعیت اہل سنت کے زیر اہتمام منعقد ہوا، جس میں اہل حق کی تمام جماعتوں کے مرکزی راہنماؤں نے مرحوم کی دینی، ملی، تعلیمی، تبلیغی اور سیاسی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے مولانا محمد عارف شامی، مولانا حماد ارشد کی معیت میں شرکت کی۔ مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ مولانا ریاض خان سواتیؒ اہل حق کی تمام جماعتوں کے ساتھ محبت فرماتے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے سواتی خاندان کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، مولانا ریاض خان کے والد گرامی مولانا عبدالحمید سواتیؒ، عم محترم امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے راہنماؤں میں سے تھے اور اس سلسلہ میں قید وبند کو سنت یوسفی سمجھ کر قبول کیا۔ مرحوم اپنے بڑوں کی روایات کے امین تھے۔ سیمینار ظہر سے عصر تک جاری رہا۔ (حماد ارشد)

جامع مسجد فیض غفوری میں بیان: یہ مسجد محلہ نور باوا گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ جس کے خطیب مولانا سفیر منیر ہیں۔ آپ نے جامع نصرۃ العلوم سے سند فراغت حاصل کی۔ موصوف ہر روز مغرب کی نماز کے بعد درس دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نمازیوں کی کثرت اور دینی دلچسپی واضح ہے۔ ۱۲؍جون مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا، جس میں کثیر تعداد میں مسلمان شریک ہوئے۔ یہ پروگرام ضلعی مبلغ مولانا محمد عارف شامی کی وساطت سے منعقد ہوا۔

جامع مسجد نقشبندیہ فیض القرآن میں بیان: جامع مسجد نقشبندیہ شیخ ٹاؤن کے امام و خطیب اور بانی مولانا احسان الحق نقشبندی مدظلہ ہیں۔ آنجناب سلسلہ نقشبندیہ کی مشہور درگاہ خانقاہ حبیبیہ چکوال کے تربیت یافتہ اور مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی مدظلہ فرزند ارجمند مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ طلبا میں بھی نقشبندی رنگ غالب ہے تمام طلبا نے سروں پر سفید رنگ کے عمامے سجائے ہوتے ہیں۔ آپ کی دعوت پر ۱۳؍جون مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا۔ بیان میں اگرچہ محلہ دار نمازی بھی تھے لیکن غالب اکثریت طلبا کی تھی، اس لئے طلبا کو عقیدہ ختم نبوت پر سبق پڑھایا گیا۔

حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری: سیدی ومرشدی حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کافی عرصہ سے گردوں کے بیمار چلے آرہے ہیں۔ بایں ہمہ خانقاہ اور مدرسہ میں تشریف لاتے ہیں۔ ہر بدھ کو عشا کے بعد مجلس ذکر سے مختصر خطاب فرماتے ہیں اور رات گئے تک مریدین ومتوسلین کے حالات سنتے ہیں۔ تصوف کے اسباق ارشاد فرماتے ہیں۔ نئے بیعت ہونے والوں کو بیعت فرماتے ہیں۔ راقم گوجرانوالہ سے سفر کرکے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ۱۴؍جون کو مجلس ذکر میں شرکت کی اور حضرت والا کی دعاؤں سے مستفیض ہوا۔

العصر تعلیمی مرکز پیر محل: العصر تعلیمی مرکز کے بانی ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ رشید مولانا مفتی محمد شیراز مدظلہ ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوا، تو ۱۵؍جون کو ظہر کی نماز العصر تعلیمی مرکز میں پڑھی۔ مرحومہ کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

جامعۃ السراج چیچہ وطنی: جامعہ کے بانی حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ بھی استاذ جیؒ کے چہیتے شاگرد اور عرصہ دراز تک جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے ناظم رہے ہیں۔ چند سال قبل انہوں نے چیچہ وطنی میں جامعۃ السراج کے نام سے مرکز قائم کیا، آپ کے فرزند ارجمند مولانا طلحہ سلمہ کا پچھلے دنوں موٹر سائیکل سے گر کر حادثہ ہوا اور ٹانگ کا فریکچر بھی ہوا، تو ۱۵؍جون رات ان کے جامعہ میں گزاری اور عزیز طلحہ کی جلد صحتیابی کی دعا کی گئی۔

قاری عبدالجبار مدظلہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے ناظم ہیں عرصہ دراز سے مجلس سے وابستہ چلے آرہے ہیں۔ ان کے حکم پر ۱۶؍جون کا جمعۃ المبارک کا بیان جامع مسجد صدیق اکبر فرید ٹاؤن ساہیوال میں دیا۔ جس کے خطیب دارالعلوم ساہیوال کے بانی مولانا مفتی ذکاء اللہ مدظلہ ہیں، جو ساہیوال کے علمائے کرام میں ایک نام رکھتے ہیں۔ بلامبالغہ ان کی مسجد میں ان کے منبر پر آنے سے پہلے درجنوں نمازی صفوں میں ترتیب کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۱۶؍جون کے جمعۃ المبارک میں راقم نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر تفصیلی گفتگو کی۔

یہ حج و زیارت مبارک ہو تم کو — متاع سعادت مبارک ہو تم کو
وہ ہر سمت انوار ، ہر سو تجلی — وہ نورِ ہدایت مبارک ہو تم کو
وہ احرام میں مست و سرشار رہنا — غموں سے فراغت مبارک ہو تم کو
اذان سحر کا حرم میں وہ منظر — وہ کیف سماعت مبارک ہو تم کو
وہ میزاب رحمت کے نیچے نمازیں — بشوق اطاعت مبارک ہو تم کو
مبارک ہوں وہ سنگ اسود کے بوسے — لبوں کی حلاوت مبارک ہو تم کو
وہ رکن یمانی پہ ہر دم ، تجلی — وہ آثارِ رحمت مبارک ہو تم کو
وہ پی پی کے زمزم کو سیراب ہونا — وہ کوثر کی لذت مبارک ہو تم کو
منیٰ میں رمی کا وہ پر کیف منظر — وہ جلووں کی کثرت مبارک ہو تم کو
وہ عرفات میں خیمہ زن ہو کے رہنا — بزہد و قناعت مبارک ہو تم کو
مدینہ کی گلیوں کا دیدار کرنا — وہ دنیا کی جنت مبارک ہو تم کو
وہ روضہ کو باچشم نم دیکھ لینا — وہ دل کی طہارت مبارک ہو تم کو
قباء بقیع و احد کی زیارت — بحسن ارادت مبارک ہو تم کو
وہ فیضان انوار روضہ کے باہر — وہ لطف و عنایت مبارک ہو تم کو
نکل پڑنا آنسو وہ ذکر نبی ﷺ پر — یہ دل کی نزاکت مبارک ہو تم کو
وہ روضہ کی جالی پہ سر رکھ کے رونا — دعائے شفاعت مبارک ہو تم کو
دعا ہے یہ کیفی کے قلب حزیں کی — یہ حج و زیارت مبارک ہو تم کو

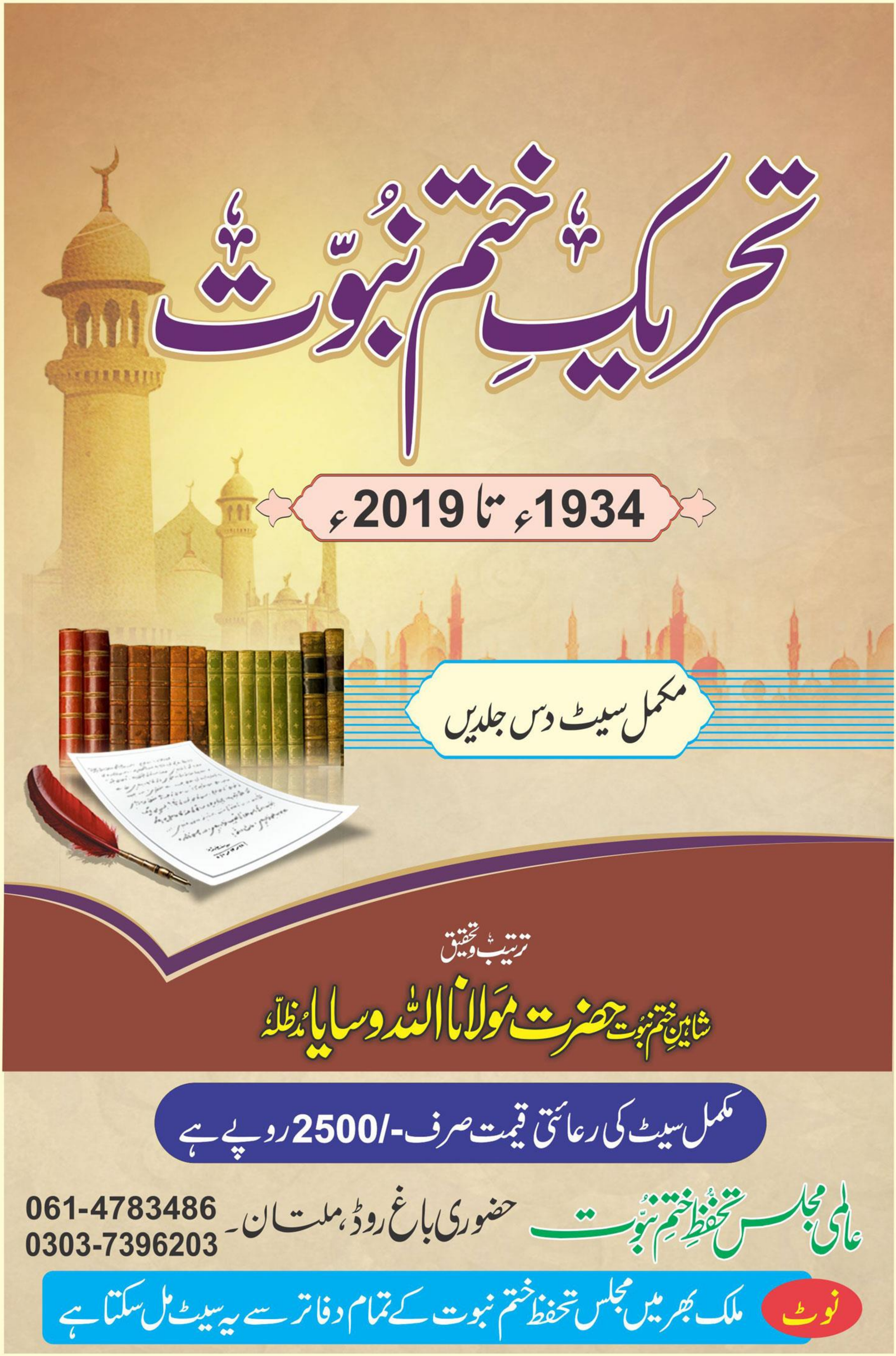

تحریکِ ختمِ نبوّت
1934ء تا 2019ء
مکمل سیٹ دس جلدیں
ترتیب وتحقیق
شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مکمل سیٹ کی رعائتی قیمت صرف -/2500 روپے ہے
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486
0303-7396203
نوٹ
ملک بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے یہ سیٹ مل سکتا ہے